Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ اُردو

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مُدیر

علی محمد اجمیری

بابت ماہ صفر ۱۳۶۰ھ مُطابق یکم مارچ ۱۹۴۱ء

ماہِ امان ۱۳۲۰ ہش

جلد ۴۰ عدد ۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا:-

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے، اور بیرونِ ہند چار روپے ہے، طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی:

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط وکتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:-

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

[illegible] | ماہ صفر المظفر ۱۳۶۰ھ مطابق یکم مارچ سنہ ۱۹۴۱ء | [illegible]

فہرست مضامین

اداریہ	صـ ۲	ایڈیٹر
مہاتما بدھ اور اس کا مثیل	صـ ۷	جناب مفتی محمد صادق صاحب مبلغ انگلستان وامریکہ
مسئلہ جنگ	صـ ۲۱	جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب ایم اے گورنمنٹ کالج لاہور
معرکۂ روح وبدن	صـ ۳۹	"ذاکر عجمی"
الجہاد فی الاسلام (نظم)	صـ	جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کپورتھلہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اداریہ:-

احمدیت اور اسلام

عقائد و خیالات کا اختلاف دنیا میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے، اور ہمیشہ چلا جائیگا اور یہ چیز اپنی ذات میں کوئی بُری نہیں ہے، بشرطیکہ اس میں دیانت، انصاف اور خدا ترسی مدّنظر رہے۔ لیکن اگر اس کی وجہ سے انسان ناحق کوشی اور تعصب پر اُتر آئے، تو پھر اس سے بڑھکر دنیا میں کوئی بُری چیز نہیں ہوسکتی:۔

جناب مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت غیر مبایعین کو قادیان سے جدا ہوئے چھبیس[۲۶] برس سے زائد عرصہ گذرتا ہے۔ اس کے دوران میں اُنہوں نے جماعت احمدیہ قادیان کے خلاف بہت کچھ لکھا اور فرمایا ہے۔ اور یہ امر کوئی وجہ شکایت نہیں ہے۔ کیونکہ جو چیز کسی شخص کے نزدیک صحیح نہیں ہے، اس کے خلاف اسے لکھنے اور کہنے کا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک بات جو ہمیشہ ہمارے لئے معمّہ بن رہی ہے، اور کبھی سمجھ میں نہیں آئی، یہ ہے، کہ جناب مولوی صاحب اپنے جوشِ مخالفت میں جماعت احمدیہ قادیان کو ایسی باتوں پر بھی مطعون کرتے رہتے ہیں، جنہیں وہ پہلے خود صحیح اور درست سمجھکر ان کی حمایت و تائید میں مخالفینِ احمدیت سے جھگڑتے رہے ہیں مسئلہ نبوّت حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں جناب مولوی صاحب کے مسلک میں تبدیلی ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا اعتراف خود ان کی جماعت کے لوگوں کو بھی چار و ناچار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اسی رسالہ "ریویو" میں اپنے زمانۂ ادارت میں وہ ایسے صاف صاف الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ لکھتے رہے ہیں، جن کی کوئی توجیہہ نہیں ہوسکتی۔ مگر آج وہ اپنی ان تحریرات کے خلاف یہ کہہ رہے ہیں، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں تھے، بلکہ صرف مجدّد تھے، اور جماعت قادیان کو اس وجہ سے نشانۂ ہدف و ملامت بنا رہے ہیں، کہ وہ حضورؑ کو نبی کہتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی قسم کی تبدیلیٔ مسلک کی ایک تازہ مثال یہ ہے، کہ آپ نے حال ہی میں ایک خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا، جو "پیغام صلح" مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۴۱ء میں شائع ہوُا ہے۔ اس میں آپ نے اپنی جماعت کو دُنیا میں اسلام کا پیغام پہونچانے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور اسی ضمن میں جماعت احمدیہ قادیان کا بھی ذکر کیا ہے، کہ وہ اب اس پیغام کو پہونچانے کی اہل نہیں رہی۔ کیوں اہل نہیں رہی؟ اس کی وجہ جناب موصوف کے اپنے الفاظ میں سنیئے۔ فرماتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس پیغام کو لیکر اُٹھے کہ اسے دُنیا میں پہونچائیں، اسی غرض سے آپ نے جماعت تیار کی، مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ جماعت قادیان کا قدم اس طرف جا رہا ہے کہ وہ اس پیغام کو دنیا میں پہونچانے کی اہل نہیں رہی۔ اور یہی وجہ ہے، کہ اس کی توجہ اب تبلیغ اسلام کی طرف نہیں رہی، تبلیغ احمدیت پر ہی ان کا سارا زور صرف ہوتا ہے"۔

گویا جناب مولوی صاحب کے نزدیک جماعت احمدیہ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن سے منحرف ہوگئی ہے۔ کیونکہ اس نے اسلام کے بجائے احمدیّت کی تبلیغ کو اپنا نصب العین بنالیا ہے، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن اسلام کو دُنیا میں پہونچانا تھا۔

لیکن ہم جناب مولوی صاحب سے باادب دریافت کرتے ہیں، کہ احمدیت اور اسلام میں فرق کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں ہم معنی اور مترادف ہیں، اور ان میں کوئی پہلو باہمی تضاد کا نہیں ہے۔ اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں ہے، بلکہ جب آپ قادیان میں رسالہ "ریویو" کے ایڈیٹر تھے، اور "نیک اور صالح ارادہ رکھتے تھے" تو آپ خود بھی اپنے قلم سے احمدیّت کے معترضین کو جواب دیتے ہوئے یہی لکھتے رہے ہیں، کہ احمدیّت ہی حقیقی اور زندہ اسلام ہے۔ ذیل میں ہم آپ کی پُرانی تحریرات کے دو نمونے درج کرتے ہیں، تا آپ کو اپنا سابق مسلک یاد آجائے۔ شاید مرورِ زمانہ سے آپ اسے بھول چکے ہوں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۔ "طالبِ حق کو صرف اس قدر دیکھنا چاہیئے، کہ وہ کونسا مذہب ہے جس میں اللہ تعالےٰ خارق عادت آسمانی نشان ظاہر فرماتا ہے۔ اس مرحلہ پر پہونچکر ہم دیکھتے ہیں، کہ صرف ایک ہی مدعی اس میدان میں ہے، اور اس کے سوا کسی کو جرأت نہیں، جو اس میدان میں آسکے، یا اس کے مقابلہ پر کمر ہمت باندھ سکے۔ یہ مدعی ہے اسلام کا پاک مذہب مگر نہ وہ اسلام جس میں انسانوں نے غلطیاں ملادی ہیں، بلکہ اصلی اسلام جس کی طرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا، اور جس کو آج اس ذاتِ اطہر کا نائب حضرت میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام پیش کر رہے ہیں۔" (ریویو جلد ۴ نمبر ۳)

۲۔ جب ۱۹۰۶ء میں ایڈیٹر اخبار "وطن" لاہور نے یہ تجویز پیش کی، کہ رسالہ "ریویو" میں اگر احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر نہ ہو، تو اس کی کاپیاں غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجنے کی غرض سے مسلمانوں سے چندہ اکٹھا کیا جائے، بلکہ "وطن" میں تحریک شروع بھی ہوگئی اور فنڈ کھول لیا گیا۔ لیکن جب ایڈیٹر صاحب "وطن" کو رسالہ سے احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر حذف کرانے میں ناکامی ہوئی، تو انہوں نے یہ فنڈ خود ہی بند کر دیا، اور اپنے اخبار میں اس بات کا شکوہ کیا، کہ مسلمان قوم متفق ہو کر کوئی کام نہیں کر سکتی۔ اس پر جناب مولوی محمد علی صاحب نے رسالہ "ریویو" کے ایڈیٹر کی حیثیت میں لکھا:۔

"مجھے رونا آتا ہے اس بات پر، کہ جبھی زندہ اسلام (یعنی احمدیت) کا نام لیا گیا، اور جبھی یہ کہا گیا، کہ ہم غیر مسلم اقوام کے سامنے زندہ اسلام پیش کرینگے، اور اس اسلام کی تبلیغ کرینگے، جو اپنے اندر اس زمانہ میں بھی وہی برکات رکھتا ہے جو اپنے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں رکھتا تھا، تو ایڈیٹر "وطن" جیسا فاضل انسان ہم سے مایوس ہوگیا..... ایڈیٹر صاحب نے جو کچھ خیالات کا اظہار کیا ہی وہ بتا رہا ہے، کہ اسلام کی کیا حالت ہوگئی ہے۔ افسوس تو یہ ہے، کہ وہ نہ صرف مُردہ اسلام پر قانع ہیں، بلکہ زندہ اسلام سے ایسی نفرت ظاہر کرتے ہیں، کہ یہ گوارا بھی نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر سکتے، کہ زندہ اسلام کا نام ان کے سامنے آئے۔ اے مسلمانو! خدا کے لئے غور کرو کیوں اپنے پاک مذہب کو لوگوں کے سامنے بدنام کر رہے ہو۔ جو فضیلت اللہ تعالیٰ نے تمہارے مذہب کو دوسرے تمام مذاہب پر دی ہے، کیوں اس کا انکار کرتے ہو۔ قوم قوم پکارنے سے کیا بنے گا، جب قوم کے دلوں میں وہ ایمان ہی نہیں جو اس قوم کا رہبر لایا تھا۔ ہائے افسوس! ہم کو یہ کہا جاتا ہے، کہ تم اتفاق نہیں کرتے، مگر کیا اس بات پر اتفاق کر لیں، کہ اسلام ایک مردہ مذہب ہے، اور اس کو دوسرے مذاہب پر کوئی فوقیت اور مابہ الامتیاز حاصل نہیں؟ خدا وہ دن نہ لائے، کہ اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق ہو۔ . . . . قطعی اور یقینی دلائل اسلام کے زندہ اور بابرکت اور سچا من جانب اللہ مذہب ہونے کے اس زمانہ میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی اور ان دعاوی کے دلائل میں ہی پائے جاتے ہیں۔" (رسالہ ریویو جلد ۵ نمبر ۳)

سبحان اللہ کیسے پاکیزہ خیالات ہیں۔ ایک احمدی تو احمدیت کو اسی لئے قبول کرتا ہے، کہ یہ زندہ اسلام ہے، اور اس کے سوا جو کچھ پیش کیا جاتا ہے، وہ مردہ ہے۔ اس کے نزدیک اگر اسلام میں کوئی چیز دوسرے مذاہب پر نمایاں فوقیت رکھتی ہے، تو وہ یہی ہے کہ اس کے برکات ہر زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں، اور اس کا ثبوت اس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود ہے۔ پس وہ تبلیغ اسلام میں احمدیت کے امتیازی نشان کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا، اور نہ اسے چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام کی فوقیت کا اسی پر انحصار ہے۔

رسالہ "ریویو" کی تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلدیں ہمارے سامنے ہیں، جناب مولوی محمد علی صاحب نے ان میں بار بار سلسلہ احمدیہ کو حقیقی اسلام، حقیقی مذہب اور ایمان باللہ و معرفتِ الٰہی پیدا کرنے کا واحد ذریعہ قرار دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھا ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو چھوڑ کر دیکھا جائے، تو اسلام میں دوسرے مذاہب پر برتری اور فضیلت کی کوئی وجہ ہی نظر نہیں آتی، اور وہ مُردہ مذاہب کی صف میں شمار ہونے کے قابل رہ جاتا ہے۔

مولوی صاحب موصوف کی ان تحریرات کی موجودگی میں جب ہم آپ کا محوّلہ بالا تازہ خطبہ جمعہ پڑھتے ہیں، تو ہم حیران ہوتے ہیں، کہ کیا یہ دونوں قسم کے خیالات ایک ہی شخص کے قلم و زبان سے نکلے ہوئے ہیں؟ کبھی وہ زمانہ تھا، کہ آپ احمدیت کے دشمنوں کو یہ بتاتے تھے، کہ حضرت مرزا صاحب نے ہی زندہ اور حقیقی اسلام پیش کیا ہے، اس کے سوا جو اسلام پیش کیا جاتا ہے، وہ مُردہ ہے۔ مگر آج یہ حالت ہے، کہ آپ فرماتے ہیں، کہ حضرت مرزا صاحب کا نام پیش کرنا اسلام میں ایک "نئی بنیاد" رکھنا ہے ؎

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

ہمارے معاونین خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے، کہ مخلصین جماعت کو "ریویو" کی امداد کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ موجودہ گرانی کے زمانہ میں رسالہ کا کامیابی سے جاری رہنا احباب کی اعانت کے بغیر ناممکن ہے۔ ہم امید کرتے ہیں، کہ دوست اپنے اس قدیم مجاہد رسالہ کی ہر رنگ میں امداد کا خاص خیال فرمائیں گے۔

اس ماہ جن بھائیوں نے امداد فرمائی، ان میں سے ہماری جماعت کے نونہال شمیم احمد صاحب بی اے دہلوی جو آجکل چھاؤنی مہو میں آفیسرز ٹریننگ سکول میں فوجی تربیت حاصل کر رہے ہیں، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ انہیں حال ہی میں فوجی کمیشن ملا ہے، جس پر انہوں نے بطور شکرانہ مبلغ پندرہ روپے "ریویو" کی اعانت کے لئے ارسال فرمائے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس مخلص نوجوان کو سلسلہ کی بیش از پیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور ان تمام برکات و فیوض کا مورد بنائے جن کی حضرت مسیح موعودؑ نے اس رسالہ کے معاونین کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ اسکے علاوہ مولوی شیخ مبارک احمد صاحب فاضل مبلّغ مشرقی افریقہ نے تین نئے خریدار عطا فرمائے۔ اس سے قبل بھی آپ بہت سے ۴۴ خریدار "ریویو" کو دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے۔ گذشتہ ماہ چوہدری غلام احمد صاحب کبیر والہ نے "ریویو" کو دو نئے خریدار دیئے تھے۔ اس ماہ آپ نے ایک اور خریدار عطا فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مہاتما بدھ اور اس کا مثیل

(از حضرت مفتی محمد صادق صاحب مبلّغ انگلستان وامریکہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اصلاحیں مخلوق کے عقائد، اخلاق اور اعمال میں کیں، ان میں سے ایک یہ ہے، کہ آپ سے قبل مختلف مذاہب کے لوگ اس امر کو تسلیم نہ کرتے تھے، کہ دیگر مذاہب کے بانی بھی ان کے اپنے مذہب کے بانی کی طرح خدا رسیدہ اور مامور من اللہ تھے، اور اس وجہ سے ہمارے لئے وہ سب قابلِ تعظیم ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دلائلِ قرآن وحدیث سے اس امر کو واضح کیا، کہ اللہ تعالےٰ کے رسُول صرف عرب وشام میں ہی مبعوث نہیں ہوئے، بلکہ تمام ملکوں اور تمام قوموں میں آتے رہے ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ۔ یعنی کوئی ایسی قوم نہیں جس میں اللہ تعالےٰ کا رسول نہ آیا ہو۔ آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل انبیاء مختص القوم اور مختص الملک اور مختص الزمان ہوتے تھے۔ مگر حضرت محمد خاتم النبیین تمام قوموں اور تمام ملکوں کے واسطے اور ہمیشہ کے لئے ظہور پذیر ہوئے۔ گو آپ کی اُمّت کے افراد ولایت، نبوّت، رسالت اور ماموریّت کے مقام پر پہونچیں گے مگر سب آنحضرتؐ کے امتی اور آپ کی شریعت کے خادم ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن بزرگوں کی عزت وعظمت کو اس اصول کے ماتحت قائم کیا، ان میں ایک مہاتما بُدھ ہیں۔ جو ہندوستان کے ہادیوں میں سے ایک بڑے ہادی اور رہنما ہوئے ہیں، اور جن کے ذریعہ سے ایک بڑی مخلوق دکھوں سے بچکر اللہ تعالےٰ کی طرف جھکنے والی ہوگئی، آج ہم اس عظیم الشان مصلح کے مختصر حالات لکھتے ہیں۔

بدھ کی پیدائش آج سے قریباً ساڑھے پندرہ صدیاں قبل کوہ ہمالیہ کے دامن میں علاقہ نیپال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے جانب جنوب دریائے بان گنگا کے کنارے ایک شہر کپل وستو نام آباد تھا، جس کے کھنڈرات اب بنگال نارتھ ویسٹرن ریلوے کے اسکا بازار اسٹیشن سے ۳۱ میل شمال مغرب کی طرف پائے جاتے ہیں۔ اس وقت اس علاقہ کا راجہ شدّھودن نام وہاں حکمران تھا، جو عدالت، شجاعت، فیاضی، اور ہمدردی انسانی میں شہرۂ آفاق تھا۔ لیکن اس کی کوئی اولاد نہ تھی، جو اس کے بعد اس کے تخت کی وارث ہوتی۔ اور اس بات کا راجہ اور رانی کو بہت غم رہتا تھا۔ آخری عمر میں خدا تعالےٰ نے راجہ کو بیٹا دیا، جس کا نام سُدھارتھ رکھا گیا۔ اس لفظ کے معنے ہیں "مراد حاصل ہوئی"۔ ولی عہد کی پیدائش کے بعد رانی جلد فوت ہوگئی۔ سُدھارتھ کی پیدائش پر راجہ نے بڑے بڑے جوتشی اور اعلیٰ درجہ کے ضابط حواس اور خدا پرست لوگ بلائے۔ ان پر منکشف ہوا، کہ یہ مولود مسعود فقر و فاقہ اور ریاضت اختیار کرے گا، اور گناہ اور جہالت کو دور کرکے عقلمندوں کا پیشوا اور رہنما بنے گا۔ راجہ نے سوچا، کہ لڑکے کی شادی کردی جائے، کہ بیوی بچوں کی محبت میں پڑکر وہ دنیا داری کے فرائض کو ادا کرنے والا ہو، اور فقیر بننے کا اُسے خیال نہ آئے۔ چنانچہ ایک خوبصورت شہزادی سے اس کی شادی کردی گئی، اور اس سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔ مگر سدھارتھ کے دل میں دنیوی عیش و عشرت سے نفرت پیدا ہوچکی تھی، جو بڑھتی گئی۔ اور بالآخر اس نے فیصلہ کیا، کہ لذاتِ فانی کو چھوڑکر فرشِ خاک کو اپنا بستر بنائے، اور زندگی کے اعلیٰ مقاصد اور پاک اغراض کو حاصل کرکے مخلوقِ خدا کو دکھوں سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کی راہ دکھائے۔

بُدھ کا ترکِ دُنیا اس ارادے پر پختہ ہوکر اُس نے ایک شب بیوی بچّے کو سوتے ہوئے چھوڑا، اور محل میں سے نکل کر جنگل کی راہ لی، اور اپنا شاہی لباس اتار کر کسی مسکین کو دیدیا۔ اور اس مسکین کے کپڑے خود پہن کر درویشانہ زندگی اختیار کی، اور اللہ تعالےٰ کی عبادت میں شب و روز مصروف رہا۔ کئی ایک مشہور عالم پنڈتوں کی شاگردی میں بھی ایک عرصہ گذارا۔ مگر جس نور کی تلاش میں وہ تھا، وہ کہیں سے نہ ملا۔ تاہم سالہا سال عبادت میں مصروف رہنے اور فکر و ذکر سے بالآخر خداوند کے فضل نے اس کی دستگیری کی، اور معرفت تامہ حاصل ہوئی۔ اور وہ دُنیا بھر کے واسطے ہادی بنا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور آج تک بھی بقول یورپین محققین کے بُدھ کے ماننے والے تمام دیگر مذاہب کے لوگوں سے تعداد میں زیادہ ہیں۔

راستباز کی قبولیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے، کہ جب کسی مذہب کے بانی کو لوگ کثرت سے ماننے لگیں، اور بڑی بڑی جماعتیں اس کی تعلیم اور توجّہ سے خدا تعالےٰ کی طرف جھک جائیں، تو سمجھنا چاہیئے، کہ وہ ایک راستباز انسان ہے۔ کیونکہ اتنی بڑی قبولیت نصرتِ الٰہی کے سوائے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔

باپ کی پیش بندی بُدھ کے متعلق یہ امر مشہور ہے، کہ اس کے باپ کو جب پنڈتوں اور جوتشیوں سے یہ معلوم ہؤا، کہ وہ مخلوق کو دُکھ درد میں دیکھکر ایسا متاثر ہوگا، کہ ان کے درد کو مٹانے کی فکر میں اور نجات کا راستہ نکالنے کے جوش میں تارکِ دُنیا ہو جائے گا، تو اس نے حکم دیا، کہ کوئی اندھا، لنگڑا، اپاہج، بیمار غرضیکہ کسی قسم کا دکھی انسان اس کے سامنے نہ آنے پائے۔ جن راستوں پر وُہ سیر کے واسطے جاتا، ان پر پہرہ لگ جاتا، اور تمام بیمار اور کمزور راستہ سے ہٹا دیئے جاتے۔ مگر قدرتِ خداوندی ہے، کہ باوجود اتنی تدبیروں کے ایسے مصیبت زدہ اس کے دیکھنے میں آئے، اور وہ ان نظاروں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

بڑھاپے کا نظارہ ایک دن شہزادہ رتھ پر سوار ہو کر صحرائے راحت فزا کی طرف ہوا خوری کے لئے جا رہا تھا، کہ اتفاقًا راستہ میں ایک پیرِ ناتوان کو دیکھا، جو نہایت نحیف و زار سخت تکلیف اٹھاتا ہؤا لاٹھی کے سہارے آہستہ آہستہ چلتا اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا اور لڑکھڑاتا جاتا تھا۔ بُدھ نے کوچبان سے دریافت کیا، کہ یہ کون ہے، جو ایسی خستہ حالی میں جا رہا ہے؟ اس نے عرض کی، کہ حضور یہ شخص بوڑھا ہو گیا ہے۔ عقل و حواس ٹھکانے نہیں رہے۔ ہر طرح کمزور اور کام کاج کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس کے لواحقین نے بھی اس کی امداد کرنی چھوڑ دی ہے۔ اب یہ بے چارہ بے یار و مددگار موت کے انتظار میں حیاتِ مستعار کے باقی ایام نہایت خراب و خستہ حالت میں گذار رہا ہے۔ شہزادہ نے دریافت کیا، کہ کیا یہ بڑھاپا اسی شخص کو دامنگیر ہؤا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا یہ اس کی خاندانی خاصیت ہے، یا ہر شخص کے لئے اس حالت میں سے گذرنا ضروری ہے؟ کوچبان نے مودبانہ جواب دیا، جناب! بڑھاپا سب کے لئے لازمی ہے، کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ بوڑھے کی قابلِ رحم حالتِ زار دیکھکر سدھارتھ نے نہایت افسوس کیا، اور غور کرنے لگا کہ یہ جوانی جس پر آدمی اس قدر غرور اور ناز کرتا ہے، اور جس کے نشہ میں نیک و بد کو نہیں سوچتا، کردنی اور ناکردنی سب کچھ کر گذرتا ہے، انجام کار بڑھاپے کی صورت میں بدل جاتی ہے۔ نہ آنکھوں میں بینائی رہتی ہے، نہ کانوں میں شنوائی، طاقتِ رفتار و گفتار بھی سلب ہوجاتی ہے، اور عجب مصیبت مُنہ دکھاتی ہے ؎

ازکجا عہدِ شباب اے یار میماند بجا | کے جواں را گرمیٔ بازار میماند بجا
نے گل و مطرب نہ گلزار خسار میماند بجا | ہمچناں کز رفتنِ گل خار میماند بجا

از جوانی حسرتِ بسیار میماند بجا

بیماری کا نظارہ اسی طرح ایک روز شہزادے کی سواری آرام باغ کی طرف چلی جاتی تھی، کہ ایک بیمار کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو دردِ شکم سے نہایت بیتاب ہو رہا تھا۔ چہرہ کی صورت اور رنگ بگڑا ہوا تھا۔ اور درد سے کراہ رہا تھا۔ شہزادہ کے دریافت کرنے پر کوچبان نے عرض کی، کہ یہ شخص بیمار ہے، گرفتار دردِ بے درمان ہے، بدقسمتی سے کوئی یار و مددگار بھی نہیں جو اس کی خبرگیری کرے۔ اس واسطے راستہ میں پڑا چلّا رہا ہے۔ سدھارتھ بیمار کی اس حالت کو دیکھکر بہت افسردہ خاطر ہوا، اور سوچنے لگا، کہ ایسا معلوم ہوتا ہے، دنیا میں راحت تو فقط خواب و خیال میں ہے، اور مصیبت اور غم یقینی امر ہے۔

موت کا نظارہ ایسا ہی ایک دن سدھارتھ کی نگاہ ایک مُردے پر پڑی، جس کے خویش و اقارب آہ و فریاد اور بین و بکا کرتے، اور گریہ و زاری میں مشغول لاش کو اٹھائے لیجا رہے تھے۔ کوئی بال نوچتا، کوئی چھاتی کوٹتا، کوئی سر پیٹتا۔ سخت غم و الم سے ماتم کرتے واویلا مچاتے جا رہے تھے۔ شہزادہ حیران ہوا، اور پوچھا یہ کیا نظارہ ہے؟ کوچبان نے عرض کی، کہ حضور ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آدمی مر گیا ہے۔ اپنے والدین اور زن و فرزند کو ہمیشہ کے واسطے چھوڑ گیا ہے۔ اب وہ نہ کسی سے بات کر سکتا ہے، نہ کبھی دنیا میں پھر آئے گا۔ اس کے جسم کو جو بے جان ہو گیا ہے، جلا دینگے، یا زیر زمین دفن کر دینگے۔

نظارۂ فقر مذکورہ بالا تین نظاروں کے بعد چوتھا نظارہ جو شاہزادہ سدھارتھ کے دل پر خاص اثر کرنے والا تھا، وہ ایک فقیر درویش کا تھا، جس کے چہرہ کی بے پرواہی، فارغ البالی ہوا و ہوس کا ترک کرنا، عیش و آرام سے ہاتھ اُٹھا لینا، لوبھ، لالچ کا چھوڑ دینا اور دُنیا سے مُنہ موڑ دینا سدھارتھ کو پسند آیا۔ اور اسی پر اس نے ارادہ کیا، کہ دُنیا میں رہ کر مَیں سچی راہ کو نہیں پا سکتا، میرے لئے یہی مناسب ہوگا، کہ دُنیا اور اس کے تعلقات کو ترک کر کے صداقت، حقیقت اور نجات کی تلاش کروں اور اُسے پا کر لوگوں کی راہنمائی کروں۔

شاہی محل کو رات کے وقت چھوڑتے ہوئے، اپنی سوتی ہوئی رانی کو مخاطب کر کے جو کچھ شاہزادہ نے کہا۔ اُسے کسی شاعر نے نظم میں لکھا ہے۔ جس کا ایک حصّہ یہ ہے۔

میری پیاری سونیوالی مجھکو مت کہیو بُرا
مَیں یہ سب کچھ چھوڑ جاتا ہوں کہ ہو وقت آگیا
کارِ معہودہ کی خاطر ہیں بلاوے آ رہے
آسماں پر مجھکو آتے ہیں نظر لکھے ہُوئے
تاج و تختِ بادشاہی کب مجھے درکار ہے
خواہشِ لذّاتِ فانی سے یہ دل بیزار ہے
وہ قلم و واسطے میرے نہیں پیدا ہوئی
لازمی ہو کُشت و خونِ خلق جسمیں ہر گھڑی
یہ میرے رتھ کا جنگ و ملک گیری میں کہیں
خوں سے مغلوبوں کے آلودہ کبھی ہوگا نہیں
گر اٹھاؤں ہاتھ اس میں کچھ نہ جور و جبر ہو
جو قدم اُٹھے سراسر مہر و فقر و صبر ہو
خاکِ راہِ حق ہے کافی میرے بستر کے لئے
بس ہیں ویرانِ بیابان مجھے گھر کے لئے
ہوں چلا سب عیش اور عشرت کا ساماں چھوڑ کر
آرزوئے دولتِ دنیا کا دامن چھوڑ کر
آشتی اور صلح سے لوں کام ٹھانی ہے یہی
گھر کروں لوگوں کے دل میں حکمرانی ہو یہی
اسلئے ہوں چھوڑتا پر عیش کاشانے کو مَیں
جملہ مخلوقات کا جاتا ہوں غم کھانے کو مَیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیاری بیوی اور بچہّ والدِ ماجد مرے ۔۔۔ کچھ دنوں صدمے اٹھانے ہیں تمہیں اسوقت ہے

بعد کچھ مدت کے پر اظہار ہو گا نور کا ۔۔۔ سارے عالم میں کھلا گلزار ہو گا نور کا

جس سے ہو جائینگی روحیں پاک اور روشن ضمیر ۔۔۔ اور ہدایت دھرم کی پائینگے سب میر و فقیر

رخصت اب بس ہیں نے اپنے دل میں ٹھانی ہے یہی ۔۔۔ کامیابی کے سوا واپس نہ آؤں گا کبھی

ترکِ وطن اس کے بعد سدھارتھ نے ایک آہ سرد دلِ پُر درد سے نکالی، اور کہا، کہ جوانی وصحت اور اس ناپائیدار زندگی پر کیا اعتبار جس کی کوئی صورت بجائے خود قائم رہنے والی نہیں۔ کیا ہی بے سمجھ ہیں وہ لوگ جو اس دارِ فانی کی عارضی اور جھوٹی خوشیوں پر گرویدہ ہو رہے ہیں۔ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ آج بڑھاپا آیا۔ کل بیماری ہوئی۔ پرسوں چلنے کی تیاری ہو گئی۔ افسوس! کہ انسان اپنے آغاز و انجام سے بے خبر افعال بے معنی اشغال لایعنی اور حیاتِ باطلہ میں مصروف ہے۔ ان نظاروں کو دیکھنے کے بعد سدھارتھ کا دل دنیوی لذّات سے متنفّر ہو گیا، اور وہ ہر وقت اس سوچ میں رہتا، کہ ان دکھوں سے بچنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ بالآخر اُسے خیال آیا، کہ میں دنیا میں رہ کر اور راج اور سلطنت کے سیاسی جھگڑوں میں مصروف رہ کر اس مشکل کو حل نہیں کر سکتا۔ مجھے چاہیئے کہ تارک الدنیا ہو کر اور جنگلوں میں فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہوئے عبادتِ الٰہی اور فکر اور تدبر کے ساتھ مخلوق کی نجات کی راہ دریافت کروں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس کی دعاؤں کو سُنا اور اس پر حق اور راستی کا دروازہ کھولا گیا۔ اور وہ سب کے لئے ہادی و راہنما بنا۔

ان جنگلوں اور ویرانوں کی سالہا سال شب و روز خلوت میں عبادت، ریاضت، فکر اور تدبّر کے بعد بے حد استغراق اور محویت کی حالت میں بدھ پر حقیقت معرفت منکشف ہوئی۔ اس نے اپنے مقصد کو پا لیا۔ علومِ باطنی اور حقائق رُوحانی کا چشمہ اُسے حاصل ہوا۔ تمام حجاب اور پردے دُور ہوئے۔ توحیدِ مطلق سے دل نے تسکین پائی۔ روحانی روشنی کا ظہور ہوا۔ ہر قسم کی خواہش، امید و بیم، حرص و ہوس، الفت و نفرت اور لاپرواہی و غفلت سب کافور ہو گئیں، تب اس نے بدھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا درجہ پایا، اور بجائے سدھارتھ کے اس کا نام بدھ ہوگیا۔ بدھ کے لفظی معنے معرفت اور گیان کے ہیں۔ جس درخت کے نیچے یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ اس کو بودھی درم کہتے ہیں، اور اب تک وہ درخت محفوظ بتلایا جاتا ہے۔

چار صداقتیں بدھ نے اپنے کشف وکمال سے چار صداقتیں معلوم کیں۔

پہلی صداقت یہ ہے، کہ عالمِ فانی رنج ومصیبت کی کان ہے۔ عمر کے مختلف حصوں میں انسان کو بیماری اور دیگر صدمات ارضی وسماوی اور مرگِ عزیزان اور دیگر کئی قسم کے دُکھ اور درد برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

دوسری صداقت یہ ہے، کہ رنج ومصیبت کی علّت اور اسباب پر غور کیا جائے، تو ثابت ہوتا ہے کہ لذاتِ دنیا وعُقبیٰ کی خواہش، ظلم وجہالت، شہوت وغضب جو انسان میں بالطبع موجود ہیں، ان کے افراط وتفریط سے ہی دکھ پیدا ہوتا ہے، جس کی اصل جڑھ ہماری اپنی خودی اور نفسانی خواہشات میں ہے۔

تیسری صداقت یہ ہے، کہ دُنیا اور عُقبیٰ کی لذّات محسوسات کی خواہش کو چھوڑ کر شہوت و غضب کو اعتدال کے ساتھ تمیز کے تابع کرنے اور جذباتِ نفسانی پر تصرف حاصل کرنے سے ہر قسم کے دکھ درد اور اندوہ معدوم ہوجاتے ہیں۔ اگر ہم اپنی خودی کو چھوڑ دیں۔ تو سب دُکھ دور ہوسکتے ہیں۔

چوتھی صداقت یہ ہے، کہ مہاتما بدھ نے آٹھ قسم کی رُوحانی وجسمانی ریاضتیں دریافت کی ہیں، جن پر عمل کرنے سے تمام دکھ اور کلیش دور اور کافور ہوجاتے ہیں۔ اور وہ آٹھ ریاضتیں یہ ہیں:-

۱۔ **صیحح علم**، یعنی حکمت نظری اور عملی کے اصول وفروع کو جاننا۔ علت ومعلول کے قانون کو ٹھیک طور پر سمجھنا، کفر وبدعت، شرک والحاد، جملہ اوہامِ باطلہ اور وساوسِ شیطانی سے پاک ہونا۔

۲۔ **صیحح ارادہ**، یعنی نیک نیّتی، وفاداری اور راستبازی کا ہر وقت خیال رکھنا۔

۳۔ **راست گفتاری**، یعنی جو کچھ سُنا یا دیکھا ہو، اور جو صیحح علم اور ارادہ دل میں ہو، وہی زبان پر لانا، اور منافقانہ کلام نہ کرنا۔ شیریں زبانی اور ملائمت کے ساتھ سچ بولنا۔ فضول گوئی اور درشت کلامی سے پرہیز کرنا۔ جھوٹ، غیبت، ناجائز خوشامد، بیجا مدح ومذمت کو کام میں نہ لانا۔ گالیاں نہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دینا۔ جھوٹی شہادت نہ دینا اور نہ جھوٹے وعدے کرنا۔

۴۔ **نیک چلن**، یعنی صلح جوئی، دیانت داری، خوش خلقی، نیک اطواری سے رہنا۔ ہر ایک کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ جنگ وجدال اور فتنہ وفساد سے پرہیز کرنا۔ ریاکاری ومکاری نہ کرنا۔

۵۔ **حلال روزی**، یعنی اپنی محنت وقوتِ بازو سے نیک روزی حاصل کرنا، کسی کی حق تلفی نہ کرنا۔

گر خوری یک لقمہ از وجہ حلال ٭ نور تابد بر دل از مہر کمال (بو علی قلندر)

۶۔ **صحیح سعی**، یعنی سچی کوشش۔ تحصیلِ علم اور طلب حسنات میں دل، زبان اور دیگر اعضاء وجوارح کو ٹھیک طور پر کام میں لانا۔ جہالت اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنا۔ ضبطِ خودی سے اعلیٰ رُوحانی منازل پر رسائی پانے کے لئے جدوجہد کرنا۔ بہبودی خلق اللہ میں تن من دھن خرچ کرنے سے دریغ نہ کرنا۔

۷۔ **راست خیالی**، یعنی صرف یہی نہیں کہ انسان اپنے اعمال کو درست رکھے، بلکہ چاہیئے، کہ اپنے دل کے خیالات کو بھی ہمیشہ پاک اور صاف رکھے۔ حضرت عیسٰے بن مریم فرماتے ہیں، جو شخص ہمسایہ کی عورت کو بدنظری سے دیکھتا ہے، وہ بھی زنا کرنے کا مجرم ہے۔ اہلِ تصوّف نے فرمایا ہے، التصوّف تصحیح الخیالات۔ دل کی یکسوئی اور صفائی سے یہ منزل نصیب ہوتی ہے ؎

تا دل نہ کرے صاف مئے صاف سی صوفی ٭ کچھ سود و صفا علم و تصوّف نہیں کرتا

۸۔ **صحیح استغراق**، یعنی مطمئن انسان کی سچی تسکین۔ خودی وخودپسندی سے رہائی۔ اصل حقیقت تک رسائی۔ اعتدالِ عقلی کے ساتھ محسوسات کے کاروبار کو سرانجام دینا۔ ہر حالت میں دل با یار و دست با کار پر عامل رہنا۔ کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، اور جملہ معاملات دنیوی کرتے ہوئے بھی خدا کی یاد میں محو رہنا۔

تعلیم مسیح موعودؑ مہاتما بُدھ کی تعلیم اپنے وقت اور قوم اور ملک کے لحاظ سے بہت موزون تھی لیکن اس زمانہ کے واسطے صحیح عقائد اور صحیح تعلیم وہی ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی الٰہی کی روشنی میں قرآن وحدیث سے اخذ کر کے اپنی کتابوں اور تقریروں میں درج فرمائی ہے، جس میں سے کچھ ہم اس جگہ درج کرتے ہیں، تا ناظرین کے واسطے راہنمائی کا موجب ہو۔ ضرور ہے، کہ اس تعلیم میں ایسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باتیں بھی ہوں، جو مہاتما بدھ یا حضرت عیسےٰؑ یا کرشن مہاراج یا دیگر انبیاء کی تعلیم سے ملتی جلتی ہوں کیونکہ تمام انبیاء کی تعلیم کا ماخذ وحی الٰہی ہی ہوتا ہے۔ لیکن ہر ایک نبی اپنی قوم اور ملک اور زمانہ کے واسطے ایک روحانی بادشاہ ہوتا ہے، اور اس وقت کے بادشاہ حضرت محمد مصطفےٰؐ اور آپ کی اتباع میں آپ کے کامل بروز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور ان کی اطاعت میں ایک خاص قوت اور روحانیت ہے، جو اوروں کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"سچے دل سے یقین کرو کہ ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا۔ نہ اس کا کوئی بیٹا۔ وہ دُکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے، وہ ایسا ہے، کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے، اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دُور ہے، اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں۔ خدا پر ایمان لاؤ۔ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کُل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو۔ چاہیئے کہ تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے۔ تا جو چاہے سو کرے۔ تم مصیبت کو دیکھکر اور بھی قدم آگے رکھو۔ اور خدا کی توحید کو زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرتے رہو۔ کسی پر تکبّر نہ کرو۔ گو اپنا ماتحت ہو۔ کسی کو گالی مت دو، گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیّت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ ان کی تحقیر۔ عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو۔ خدا سے ڈرتے رہو، اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ دنیا سے دل برداشتہ رہو۔ اور خدا ہی کے ہو جاؤ۔ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو۔ جو آسمان سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah
نازل ہوتی۔ ریاکاری نہ کرو۔ سیدھے ہو جاؤ۔ صاف ہو جاؤ۔ پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ خدا چاہتا ہے، کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آئے۔ وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے۔ جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو۔ اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ تم اپنی نفسانیّت کو ہر ایک پہلو سے جلنے دو۔ اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلّل کرو۔ تاکہ تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو۔ کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو۔ اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ خدا سے دُور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو۔ تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ توکّل کا مقام سب سے بڑھکر ہے۔ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دینگے، وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو، کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو، کہ گویا تم خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہو۔ اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے۔ زکوٰۃ دے۔ اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے، اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ ہر ایک امتحان میں ثابت قدم رہو۔ ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ گالیاں سُنو اور شکر کرو۔ ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر سمجھو، بجز وعدہ کی مستثنیات کے۔ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے اور قمار بازی سے بدنظری سے خیانت سے رشوت اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ کرو۔ دعاؤں میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لگے رہو۔ اور انکسار سے خدا کو یاد کرو۔ بد رفیق کو چھوڑ دو۔ ماں باپ کی عزت کرو۔ والدین کی تعہد خدمت سے لاپرواہ نہ ہو۔ اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہ ہو والدین کی ہر ایک بات مانو۔ اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو۔ اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے محروم نہ رکھو۔ اپنے قصور وار کا گناہ بخشو، اور کینہ پروری نہ کرو۔ کوئی بیوی اپنے خاوند سے خیانت نہ کرے۔ اور کوئی خاوند اپنی بیوی سے خیانت کے ساتھ پیش نہ آئے۔ مخالفوں کی جماعت میں نہ بیٹھو، اور ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاؤ۔ اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں نہ لگاؤ۔ خراب مجلسوں کو چھوڑ دو۔ اپنے دلوں کو ہر آلودگی سے پاک صاف کر کے خدا تعالےٰ کے لئے وفاداری کا عہد باندھو۔ چاہیئے، کہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں۔ خدا کے لئے تم موت اختیار کرو۔ تاکہ تمہیں زندگی ملے۔ تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو۔ تاخدا اس میں اُترے۔" (کشتی نوح ملخصاً)

"ہمدردی اور اپنے نفسوں کو پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو۔ نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ دو۔ دین کے ساتھ دنیا کی کچھ ملونی نہ رکھو۔" (الوصیت ملخصاً)

بدھ اور حضرت مسیح موعودؑ میں مماثلت اگر تمام انبیاء اور بزرگوں کے حالات اور سوانح ایک جگہ جمع کئے جائیں، تو معلوم ہوگا، کہ اکثر باتیں ان سب میں مشترک ہیں۔ لیکن بعض انبیاء کو کسی دوسرے نبی کے ساتھ خصوصیت سے مماثلت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مثیل تھے، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسےٰ ابن مریمؑ کے مثیل تھے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے سوانح پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپکی زندگی کے بعض حالات اور واقعات مہاتما بدھ کی زندگی کے حالات اور واقعات سے ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً:۔

۱۔ بدھ ہندوستان میں پیدا ہوا، اور ہندوستان میں اس نے ساری عمر تبلیغ و راہنمائی مخلوق میں گذاری۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعودؑ بھی ہندوستان میں ہی پیدا ہوئے۔ اور ہندوستان میں ہی ساری عمر گذاری۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے، کہ بدھ کا مذہب ہندوستان اور اس کے قرب و جوار تک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محدود رہا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ چونکہ تمام دنیا کے واسطے مصلح اور مجدّد اور امام تھے، اس واسطے آپ کی تبلیغ دنیا کے تمام ممالک میں پہونچ رہی ہے۔

۲۔ مہاتما بدھ ایک شاہی خاندان کا فرزند تھا۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شاہی خاندان میں سے تھے۔ آپ کے بزرگ قادیان اور اس کے گرد بہت سے گاؤں کے مالک اور حاکم تھے۔ اور سیاسی جنگوں میں حکامِ وقت کی امداد میں اپنے سواروں کا گروہ بھیجا کرتے تھے۔

۳۔ مہاتما بدھ کا باپ چاہتا تھا، اور بہت کوشش کرتا تھا، کہ اس کا بیٹا ریاستی کاروبار میں دلچسپی لے، اور سیاسی کاموں میں حصّہ لے، مگر بُدھ کو ان امور سے نفرت تھی، اور وہ خدا تعالےٰ کے دھیان اور گیان میں مصروف رہتا تھا۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد بزرگوار بہت چاہتے تھے، کہ آپ حکام کو ملا کریں۔ اور سیاسی کاموں میں حصّہ لیں۔ اور دنیوی عزّت پیدا کریں۔ مگر حضرت صاحب کو ہمیشہ گوشہ نشینی اور خدا تعالےٰ کی یاد اور دینی کتب کے مطالعہ میں اپنا وقت گذارنا پسند تھا۔ اور اس سبب سے آپ کے والد بزرگوار ملول اور افسردہ خاطر ہو جاتے تھے۔

۴۔ سدھارتھ کی چھوٹی عمر میں شادی ہو گئی، اور اولاد بھی ہو گئی، لیکن پھر اس نے بیوی بچے اور راجگیری سے ایسی بے تعلقی اختیار کی، کہ بالکل مجردانہ حالت میں ایک برہمچریہ کی زندگی گذاری۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعودؑ کی بھی آپ کے والدین نے چھوٹی عمر میں شادی کر دی اور اولاد بھی ہوئی۔ مگر آپ کی توجہ اللہ تعالےٰ کی یاد اور خدمتِ دین میں اس قدر بڑھی، کہ بالآخر اندرون خانہ آنا جانا بالکل ترک ہو گیا۔ اور مجردانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اور ایک لمبے عرصہ تک اسی حالت میں رہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالےٰ کے حکم سے پھر دوسری شادی کی، جس سے موعود اولاد پیدا ہوئی۔

۵۔ بدھ کا تبلیغی رنگ جلالی نہ تھا، بلکہ جمالی تھا، اس نے کسی کے ساتھ جنگ نہ کی، بلکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دعا توجہ اور تعلیم کی خوبی سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا ۔ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا ۔ آپ کا تمام کاروبار جمالی رنگ کا تھا ۔ صرف روحانیت ، اخلاق حسنہ ، نشانات ، پیشگوئیوں قبولیتِ دُعا اور اعلےٰ تعلیم کی خوبی سے مخلوق کو اپنی طرف کھینچا ۔ اور کسی سے جنگ وجدال میں مصروف نہ ہوئے ۔

۶ ۔ بدھ نے عرفان حاصل کرنے کے واسطے ضروری سمجھا ، کہ لذّاتِ دُنیوی سے الگ ہوکر علیحدگی میں فقر و فاقہ کی حالت میں زہد و عبادت کرے ۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی چھ ماہ تک متواتر روزے رکھتے رہے ۔ اور اس عرصہ میں گھر سے جو کھانا آتا ، وُہ مساکین میں تقسیم کر دیتے ۔ اور آٹھ پہر چند نوالے کھا کر اسی پر روزہ افطار کرتے ۔ اور پھر آٹھ پہر کچھ نہ کھاتے ، اور ایک لمبے عرصہ تک اندرون خانہ آمدورفت بالکل ترک رہی ۔

اسلام میں رہبانیت نہیں (۱) ان مماثلتوں کے ساتھ یہ امر بھی قابلِ غور ہے ، کہ بُدھ نے محل سے نکلنے کے بعد ساری عمر راہبانہ زندگی اختیار کی ۔ لیکن چونکہ اسلام میں رہبانیت نہیں اس لئے حضرت مسیح موعودؑ اگرچہ ایک لمبے عرصہ تک گھر والوں سے بالکل الگ رہے ، مگر پھر وحی الٰہی کے مطابق متاہل زندگی کا نمونہ قائم کیا ۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں ؎

کاملاں کز شوق دلبر مے روند ۔۔۔ بادو صد بارے سبکتر مے روند
ایں کمال آمد کہ با فرزند و زن ۔۔۔ از ہمہ فرزند و زن یک سو شُدن
در جہان و باز بیرون از جہاں ۔۔۔ بس ہمیں آمد نشانِ کاملاں
کاملے گر زن بدارد صد ہزار ۔۔۔ صد کنیزک صد ہزاراں کاروبار
پس گر افتد در حضور او فتور ۔۔۔ نیست آں کامل ز قربت ہست دُور
کامل آں باشد کہ با فرزند و زن ۔۔۔ با عیال وجملہ مشغولیٔ تن
یا تجارت یا ہمہ بیع و شرا ۔۔۔ یک زماں غافل نہ گردد از خدا

۲ ۔ بدھ نے بھیک مانگ کر گذارا کیا ۔ اس وقت کے حالات کے مطابق یہی موزون ہوگا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا نہ کیا۔ ہاں اللہ تعالےٰ نے خود بخود لوگوں کے دلوں میں یہ محبت ڈالی کہ وہ نذرانے اور چندے حضور کی خدمت میں پیش کریں۔ اور لنگرخانہ کے اخراجات اور دیگر ضروریات سلسلہ اسی طرح پوری ہوتی رہیں۔

بدھ کی مماثلت مسیح ناصریؑ سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، انبیاء کے اکثر حالات مشترک ہوتے ہیں، لیکن بعض انبیاء کی بعض دیگر انبیاء سے بہت مماثلت ہوتی ہے۔ گویا وہ ایک دوسرے کے بروز یا ظہور ہوتے ہیں۔ اسی امر کو ظاہر کرنیکے واسطے مہاتما بدھ نے اپنے آپ کو چوبیسواں اوتار کہا۔ اور کرشن مہاراج نے فرمایا، کہ مَیں بار بار دنیا میں آتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بروز ہیں، ایسا ہی مہاتما بدھ اور کرشن مہاراج کے بھی بروز اور مثیل ہیں۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں جب مَیں تبلیغی دَورے پر سیلون بھیجا گیا تھا، تو وہاں شہر کانڈی میں بُدھ مذہب کے لیڈر سے ملنے کا اتفاق ہُوا۔ اس سے معلوم ہُوا، کہ بدھ مذہب کے لوگ اس زمانہ میں پھر ایک بُدھ کے پیدا ہونے کے منتظر ہیں۔ مَیں نے اسے بتلایا، کہ اس زمانہ کا بُدھ قادیان میں آچکا ہے۔ بُدھ اور حضرت عیسےٰ ابن مریم میں اس قدر مماثلتیں ہیں، کہ بعض یوروپین مصنّفین کا خیال اس طرف گیا ہو کہ عیسےٰ ابن مریم کا کوئی الگ تاریخی وجود نہ تھا۔ بدّھ کے سوانح اور تعلیم کو ہی کسی نے یسوع کے نام کے ساتھ وابستہ کر کے انجیل کا قصّہ لکھدیا۔ ایک روسی سیاح بنام نکولس ناٹووچ سیاحت ہند میں جب تبّت پہنچا۔ اور وہاں بیمار ہو کر بُدھوں کی خانقاہوں میں رہا۔ تو وہاں اسے ایک کتاب دکھائی گئی۔ جس میں عیسےٰ کے حالات اس ملک میں آنے اور بدھ مذہب کی تعلیم حاصل کرنے اور پھر وطن جا کر وہ تعلیم پھیلانے کے سب درج ہیں۔ اس سیّاح نے یورپ واپس جا کر فرانسیسی زبان میں ایک کتاب لکھی جس کا بعد میں انگریزی میں ترجمہ ہُوا۔ اور انگریزی سے اردو میں بھی ترجمہ ہُوا تھا۔ اس کتاب کا نام ہے "یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی"۔ اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے، کہ موجودہ اناجیل میں جو حضرت عیسےٰ کے سوانح ہیں، وہ ابتدائی تین سال کے ہیں یا آخری تین سال کے۔ درمیان کے سالوں کا کچھ حال نہیں لکھا جس کا سبب یہ ہے، کہ حضرت عیسیٰ نے درمیانی بیس پچیس سال ہندوستان میں گذارے اور بدھ مذہب کی تعلیم حاصل کی اور پھر وطن جا کر وہی تعلیم پھیلائی۔ یہ کتاب حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسئلۂ جنگ

(از جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب ایم۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور)

جنگ کے متعلق یہ سوال، کہ انسانی طریق جدال سے جنگ کو خارج کیا جا سکتا ہے، یا نہیں، اور اگر خارج کیا جا سکتا ہے۔ تو کس حد تک، اور کس طرح، علمی طور پر گذشتہ جنگ کے بعد دنیا کے سامنے آیا ہے۔ یورپ کے سیاست دان تو مدت سے اس سوال سے متاثر تھے، اور گذشتہ جنگ سے پہلے ہی کچھ نہ کچھ اس قسم کا بین الاقوامی نظام موجود تھا، جو اگر بہتر ہوتا، تو اُس جنگ کو روکنے یا اس کو ملتوی کرنے یا کم از کم اس کے اثرات کو کم کرنے ہی میں مدد دیتا۔ لیکن اُس جنگ کے بعد سے تو یہ سوال دنیا کے ہر آدمی کے ذہن میں آگیا ہے، اور ہر شخص یہ سوچنے لگا ہے، کہ جنگ کی روک تھام کس طرح ممکن ہے۔ اُس جنگ میں پہلی دفعہ یورپ کے ساتھ ایشیاء بھی شامل ہوا تھا، اور یورپ کو یہ بات سختی سے محسوس ہوئی تھی، کہ اب جنگ صرف آلات سے ہی نہیں لڑی جا سکتی، بلکہ اس کے لئے دنیا کے دوسرے آباد ملکوں کی تائید بھی حاصل ہونی چاہیئے، اور بے شمار ایسے انسان ہونے چاہئیں، جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اس آگ میں کود پڑیں۔

موجودہ جنگ پہلی جنگ سے بھی زیادہ مہیب اور اس سے کہیں زیادہ عالمگیر ہے، اس لئے وہی سوال جو پہلی جنگ کی وجہ سے رُونما ہوئے تھے، اب اور زیادہ تیزی سے پیدا ہو گئے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ اس جنگ میں آدمیوں کی ایسی ضرورت نہیں، جیسی کہ سامان اور مال کی لیکن سامان تیار کرنے کے لئے انسانی محنت کی ضرورت ہے، اور مال کے لئے انسانی قربانی کی۔ پس سامان اور مال کا انحصار بھی آخر انسانوں پر ہی ہے۔ پس اس جنگ سے یورپ اور ایشیا کا اختلاط پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ اب دُنیا کی سیاست ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسا نظام چاہتی ہے، جس میں ساری دُنیا شریک ہو۔ اب کوئی ایسا تمدّن، کوئی ایسی تعلیم دُنیا کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتی، جس میں دُنیا کی سب قوموں اور دُنیا کے سب حصّوں کو شامل نہ کیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے جنگ کا مسئلہ ایک انسانی مسئلہ بن گیا ہے، اور اس لحاظ سے ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس میں دلچسپی لے۔

مَیں اس مضمون کو اُس وقت سے شروع کرنا چاہتا ہوں، جبکہ میں کیمبرج میں بطور طالب علم مقیم تھا۔ وہاں اس زمانے میں نوجوانوں کی ایک انجمن تھی۔ یہ انجمن دراصل سارے انگلستان کے ان نوجوانوں کی جمعیت کی ایک شاخ تھی، جو وہاں کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہے تھے، اور اس میں کئی غیر انگلش لڑکے اور لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ یہ وہ زمانہ تھا، جبکہ یورپ کے لوگ اُس افسردگی کو دور کرنے میں مشغول تھے، جو گذشتہ جنگ کی وجہ سے ان پر طاری تھی۔ قدرتی طور پر اس افسردگی میں تاسف اور توبہ کا جزو موجود تھا۔ ان نوجوانوں کی قریبًا ساری توجہ اسی سوال پر مرکوز تھی، کہ آئندہ جنگ کی لعنت سے دُنیا کو کیسے بچایا جائے۔ مجھے یاد ہے، کہ جس سال مجھے ان کے سالانہ جلسہ میں شامل ہونے کا موقعہ ملا، اسی سال انہوں نے ایک بیان اپنے ممبروں میں شایع کیا، جس میں جنگ کے مٹانے کے لئے مختلف طریقوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ ہر طریقہ کے متعلق کچھ نوٹ درج تھے، اور پوچھا گیا تھا، کہ یہ طریقہ کیسا ہے؟ مَیں اس بیان سے بہت متاثر ہُوا تھا، اور مَیں نے محسوس کیا تھا، کہ کاش ہمارے ملک میں بھی نوجوان اپنے افکار کو اس طرح منظم کرنے کی کوشش کیا کریں اور ان کے فارغ اوقات اعلےٰ مقاصد کے متعلق سوچنے اور ان کے لئے اپنے آپ کو طیار کرنے میں صرف ہوں۔ مجھے معلوم نہیں، کہ اس وقت میرا اس بیان اور اس بیان کے مختلف حصّوں کے متعلق کیا خیال تھا، لیکن وہ بیان اب بھی میرے دماغ میں محفوظ ہے، اور کم از کم اس وقت مجھے اس سوال پر بحث کرنے کے لئے اس سے بہتر بنیاد معلوم نہیں، اس لئے مَیں اس بیان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیش کرتا ہوں، اور ساتھ ساتھ ہر ٹکڑے کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتا چلا جاؤں گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس بیان میں کم وبیش چار بڑے بڑے طریقے جنگ کو روکنے یا چھڑی ہوئی جنگ کے بد اثرات کو مٹانے یا کم کرنے کے لئے بتائے گئے تھے۔ ایک طریقہ یہ بتایا گیا تھا، کہ جنگ بہرحال انسانی فطرت سے یا اس کے ایسے حصّے سے جسے ہم جنگی حصّہ کہہ سکتے ہیں، پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ایک طریق آئندہ جنگ کو مٹانے کا یہ ہو سکتا ہے، کہ انسانی فطرت کو کسی طرح بدل دیا جائے یا اس کے جنگی حصّے کو کسی طرح نکال کر دور کر دیا جائے۔ یہ تجویز گو عجیب ہے، لیکن اب بھی بعض حلقوں کی طرف سے پیش ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ نفسیّات کے وہ ماہر بھی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں، کہ اگر بچوں کی تربیت کا کام ان کے سپرد کر دیا جائے، تو وہ جنگ کو دُنیا سے دُور کر سکتے ہیں، اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً برٹرنڈ رسّل نے لکھا ہے، کہ انسان میں دو قسم کے میلان ہوتے ہیں۔ ایک وہ میلان ہیں، جن کے ماتحت ہر انسان دوسروں کی تباہی پر اپنی ترقی کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے، دوسروں سے نفرت ان سے ہر بات میں مقابلہ اور مخالفت کے جذبات ایسے میلانوں کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں، اور انہیں کی وجہ سے جنگ پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے وہ میلان ہیں، جن کے ماتحت ہر انسان اپنی ترقی کی بنیاد دوسروں کی تباہی پر نہیں، بلکہ خود اپنی طاقت اپنی محنت اور اپنی قربانی پر رکھنا چاہتا ہے۔ مثلاً علمی اور فنّی کمال ایسے ہیں، جن میں کسی فرد یا قوم کو ترقی کرنے کے لئے دوسروں پر قبضہ یا ان کو مٹانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے برعکس سیاسی ترقی کے لئے بہرصورت دوسروں پر قبضہ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے برٹرنڈ رسّل کا خیال ہے، کہ دُنیا کی آئندہ ترقی کے لئے اور جنگ کو مٹانے کے لئے ضروری ہے، کہ غاصبانہ میلانوں کو دور کر دیا جائے، اور ان کے مقابلہ میں علمی اور فنّی میلانوں کو ترقی دی جائے۔ بہرحال جنگ کو روکنے کا ایک طریق جو اس بیان میں پیش کیا گیا تھا، یہ تھا، کہ انسانی فطرت کو کسی طرح بدل دیا جائے۔

دوسرا طریق جو اس بیان میں پیش کیا گیا تھا، یہ تھا، کہ جن قوموں میں باہمی جنگ چھڑ جانے کا احتمال ہو، وہ ایک سمجھوتے کے ذریعہ اپنے اسلحہ اور سامانِ جنگ پر ایک حد بندی لگا دیں۔ اور کسی قوم کے پاس اس حد سے زیادہ اسلحہ اور سامانِ جنگ نہ ہو۔ خیال یہ تھا، کہ اگر لڑائی کیلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہتھیار اور سامان موجود ہی نہ ہوں گے، تو لوگ لڑینگے کیسے؟ یہ ایسی تجویز ہے، جیسے اگر دو آدمیوں میں خوفناک لڑائی کا احتمال ہو، تو ہم ان کے پاس سے زیادہ خطرناک ہتھیار مثلاً بندوق وغیرہ ہٹا دیں، اور سمجھیں، کہ اس طرح ان کا جھگڑا زیادہ خطرناک صورت اختیار نہ کرے گا۔

تیسری تجویز اس بیان میں یہ پیش کی گئی تھی، کہ یہ عہد کیا جائے، کہ کچھ بھی ہو، ہم ہرگز کسی جنگ میں شریک نہ ہونگے۔ اس تجویز کے پیچھے یہ خیال تھا، کہ اکثر جنگوں میں حیلوں بہانوں سے دوسروں کو شامل کر لیا جاتا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے، کہ یہ آزادی کی جنگ ہے، کبھی کہا جاتا ہے، کہ اس جنگ سے چھوٹی قوموں کی حفاظت کی جائے گی، کبھی کہا جاتا ہے، کہ اس جنگ سے آئندہ جنگوں کا سدّباب مقصود ہے۔ اور لوگ یہ بھول جاتے ہیں، کہ ان باتوں کا نتیجہ آخر جنگ ہی ہوتا ہے۔ پھر ان باتوں سے جنگ مٹی کیونکر؟ اس لئے ضروری ہے، کہ ہم ایک پکا عہد اس بات کا کریں، کہ ہم ہرگز کسی جنگ میں شامل نہ ہوں گے۔

چوتھا طریق جو اس بیان میں پیش کیا گیا تھا، یہ تھا، کہ جنگ کو بہت سے نرم اور ہلکے طریقوں سے بھی روکا جا سکتا ہے، پھر کیوں نہ جنگ کے بجائے ان نرم طریقوں سے جنگ کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔ ان نرم طریقوں میں ایک بڑا طریق اقتصادی بائیکاٹ کا ہے۔ گو اس میں یہ شرط بھی ضروری سمجھی جاتی ہے، کہ جب جنگ کو روکنے ــــ خصوصاً کسی ظالم قوم کے ظالمانہ حملے کو روکنے کے لئے ایسا مقاطعہ عمل میں لایا جائے، تو اس میں سب قومیں جو اس ظلم کو ظلم سمجھتی ہوں، شامل ہوں، اور سب ملکر اس ظالم قوم کا بائیکاٹ کریں۔ ایسے بائیکاٹ سے ظالم قوم کا ہاتھ کٹ جائے گا، اور وہ جنگ کو بند کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں، مجھے معلوم نہیں، کہ اُس وقت میرا ان تجویزوں کے متعلق کیا خیال تھا، لیکن اس وقت یہ ساری تجویزیں مجھے ایک نہ ایک وجہ سے ناقص بلکہ سخت ناقص معلوم ہوتی ہیں۔ پہلا طریق جس کا یہ منشا ہے، کہ انسانی فطرت کے اس حصے کو جس سے جنگ پیدا ہوتی ہے، بدل دیا جائے، اور ایک لمبا عرصہ انسانی بچوں کو ایسے طور سے زیر تربیت رکھا جائے، کہ وہ پھر جنگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو بالکل بھول جائیں، اور ان کی طبیعت میں ایک قدرتی کراہت جنگ سے اور ہر قسم کے مقابلے سے پیدا ہو جائے۔ نفسیات کے ماہروں میں سے بعض کہتے ہیں، کہ جنگ کی وجہ انسان کے قاتلانہ جذبات ہیں۔ اور قاتلانہ جذبات بچپن سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بچپن سے اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، کہ بچوں کے صنفی جذبات کے اظہار میں والدین روک بنتے ہیں۔ اس روک سے ایسا دباؤ ان کی طبیعتوں پر پڑتا ہے، کہ پھر بڑے ہو کر وہ سنبھلے سنبھل نہیں سکتے۔ پس جنگ کو اس طرح مٹایا جا سکتا ہے، کہ بچوں کی تربیت آزاد طریق پر کی جائے، ان کو کسی بات سے نہ روکا جائے، اور ہر بات میں ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے، صرف معمولی نگرانی کی جائے، تا وہ بڑے ہونے سے پہلے ہی اپنی صحت کو کوئی ناقابلِ تلافی نقصان نہ پہونچا بیٹھیں۔

میرے نزدیک یہ ساری کی ساری بات ایک زبردست فریب ہے۔ لیکن اگر یہ نظریہ، جس کی رُو سے بڑی عمر والوں کے قاتلانہ جذبات ان کے بچپن کے غصہ کی وجہ سے قرار دیئے جاتے ہیں، درست بھی مان لیا جائے، تو سوال پیدا ہوگا، کہ کیا ایسے جذبات کو بدلنا ممکن ہے؟ میرا جواب یہ ہے، کہ ہرگز نہیں۔ اور اگر کہا جائے، کہ جب بچے آزادی میں تربیت پائیں گے، تو ان میں ایسی بشاشت پیدا ہو جائے گی، کہ وہ بڑے ہو کر لڑنے جھگڑنے سے پرہیز کرینگے۔ تو یاد رکھنا چاہیئے، کہ اس میں کچھ شک نہیں، کہ بچوں کی تربیت میں ان کی بشاشت کو مدّنظر رکھنا نہایت ضروری ہے، اور اگر اس کو مدنظر نہ رکھا جائے، تو بڑے ہو کر وہ متوازن اخلاق کے مالک نہ ہوں گے، اور یوں بھی صحیح تربیّت اچھے اخلاق کے پیدا کرنے میں مدد دے سکتی ہے، لیکن اگر کوئی سمجھتا ہے، کہ تربیت سے ہم انسانی نسل میں سے غصہ، مقابلہ اور نفرت کے جذبات کو بالکل مٹا سکتے ہیں تو یہ ایک بھاری غلطی ہوگی۔

ماہرینِ نفسیات بچوں کی صنفی امنگوں پر بہت زور دیتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ ان امنگوں کے راستہ میں والدین روک بنتے ہیں، اور اسی وجہ سے بچے بڑے ہو کر چڑچڑے اور جھگڑالو بن جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے دُنیا میں فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن خود وہ ماہرین جو یہ بات پیش کرتے ہیں، کہتے ہیں، کہ بچوں کی صنفی اُمنگیں نامعلوم طریق پر کام کرتی ہیں۔ پھر ایسی امنگوں کی سیری کیسے ممکن ہے؟ کیا والدین کے وجود کو مٹا دیا جائے؟ کیونکہ کہا جاتا ہے، کہ والدین ہی ان امنگوں کے پورا کرنے میں روک بنتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر والدین کے وجود کو مٹا دیا جائے، تو بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت کیسے ہوگی؟ اگر نرسوں اور استادوں کے ذریعہ ہوگی، تو کیا وہی صورت حالات جو والدین کی وجہ سے بچوں کے لئے پیدا ہو جاتی ہے، نرسوں اور استادوں کی وجہ سے پیدا نہ ہوگی؟ پس اگر بڑوں کے قاتلانہ جذبات کی بنیاد ان کے بچپن کے حالات اور تجربات پر ہے، تو بھی وہ ایک زبردست بنیاد ہے، جس کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ اور اگر ان جذبات کی بنیاد فطرت کی گہرائیوں میں ہے، تب تو وہ اور بھی زیادہ زبردست ہے، جس کو مٹانے یا بدلنے کا خیال ایک جنون سے کم نہیں، جسے جتنی جلدی چھوڑ دیا جائے، اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔

اصل بات یہ ہے، کہ جنگوں کے پیچھے جو جذبات کارفرما ہوتے ہیں، وہ کوئی خاص ایسے جذبات نہیں ہوتے، جو صرف جنگوں ہی میں رونما ہوتے ہوں۔ میرے ایک بچے نے اس جنگ کے شروع میں مجھ سے تعجب سے پوچھا، کہ جرمنی اور برطانیہ کیوں لڑتے ہیں؟ ایک لمحہ کے لئے مَیں اس سوال کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ لیکن فوراً ہی مجھے اس کا جواب سُوجھ گیا، اور مَیں نے اس بچے سے پوچھا، کہ تم آپس میں کیوں لڑا کرتے ہو؟ اس نے کہا، کہ یونہی۔ مَیں نے کہا، کہ برطانیہ اور جرمنی بھی یونہی لڑ پڑے ہیں۔ واقعہ یہ ہے، کہ جنگ کی بنیاد انسانی فطرت میں ہے، لیکن اس طرح نہیں جس طرح بعض نفسیات کے ماہر سمجھتے ہیں، کہ گویا انسانی فطرت کا ایک حصہ جنگ کے لئے وقف ہے، بلکہ اس طرح کہ انسانی فطرت میں بعض نہایت اہم تقاضے ہیں۔ مثلاً اپنے بھائیوں، اپنے وطن اور اپنے اصول سے محبت، کمزوروں کی ہمدردی، اپنی اور اپنی قوم کی ترقی کی زبردست خواہش وغیرہ۔ ان تقاضوں کے نتیجہ میں کبھی جنگ ہو جاتی ہے، اور کبھی مقابلہ کی کوئی اور صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اب اگر جنگ کو مٹانے کے لئے ہم ان تقاضوں کو ہی مٹانے کی کوشش کریں، تو ظاہر ہے، کہ جنگ تو مٹ جائے گی، لیکن ساتھ ہی وہ انسانی تقاضے بھی مٹ جائیں گے جن پر انسانی ترقی کا دارو مدار ہے۔

پھر انسانی فطرت میں ایک ہی وقت میں متضاد جذبات کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ اگر ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طرف کسی ایک شخص کے لئے یا کسی ایک خیال کے لئے غصّے اور انتقام کے جذبات پائے جاتے ہیں، تو دوسری طرف کسی دوسرے شخص یا کسی دوسرے خیال کے لئے محبت اور عفو کے جذبات بھی موجود ہوتے ہیں۔ اب اگر غصّے اور انتقام کو مطلق مٹا دیا جائے، تو ساتھ ہی محبت اور عفو کے جذبات بھی مٹ جائینگے جو اسی غصّے اور انتقام کا گویا ایک عکس ہیں۔ جو شخص جتنا بھی کسی ایک فریق یا کسی اصول کا مخالف ہوتا ہے، اتنا ہی وہ کسی دوسرے فریق یا اصول کے موافق ہوتا ہے۔ اور جو تلوار بظاہر انسانی فطرت کے کسی ایک حصّے پر چلائی جائے گی، وہ دو دھاری نہیں بلکہ کئی دھاروں والی ہوگی، جو ایک ہی وقت میں بہت سے میلانوں کو کاٹ دے گی۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے، کہ یہ طریق جو انسانی فطرت کو بدلکر جنگ کو مٹانا چاہتا ہے، یہ خود انسانیت کو قطع کرنیوالا ہے۔ انسانیت بنتی ہے آزادی اور ارادے سے۔ انسانیت بنتی ہے غلطی اور گناہ کے امکان سے۔ جو انسان ایسا بنا دیا گیا ہے، جو بالکل غلطی نہیں کرتا، وہ انسان نہیں رہا۔ وہ یا تو نباتی درجہ تک گر گیا ہے، یا فرشتہ بن گیا ہے۔ اور ان دونو کا درجہ انسان جیسا نہیں، کیونکہ انسان تو بالارادہ آزاد ہونے کی وجہ سے اعلیٰ صفات کا پرتو ہے، اور اعلیٰ امکانات اپنے اندر رکھتا ہے۔ سو انسانی فطرت کی اصلاح کا خیال بیکار ہے۔ اور جنگ کے مٹانے کا یہ طریق ایک لطیف فریب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

دوسرا طریق اس بیان میں اسلحہ اور سامانوں پر حدبندی کا تجویز کیا گیا تھا۔ مجھے اس کے متعلق زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس جنگ نے یہ ثابت کر دیا ہے، کہ اسلحہ کی جب ضرورت ہوتی ہے، وہ بہت جلدی تیار ہو جاتے ہیں، بلکہ دیکھا جائے، تو ایک حد تک جنگ کو روکنے والی بات ہتھیار بندی ہوتی ہے۔ کیونکہ کمزور اور بے سروسامان فریق کی امداد کا بہانہ بنا کر لتاڑنے والے کئی پیدا ہو جاتے ہیں۔

تیسرا طریق اس بیان میں یہ تھا، کہ ہم ہرگز کسی قسم کی جنگ میں کبھی بھی شامل نہ ہوں گے۔ یہ طریق جو اگرچہ اُس وقت نوجوانوں کی ایک انجمن کے بیان میں پیش کیا گیا تھا، تاہم ایسا ہے، جس کی تائید میں بعض بڑے بڑے دماغ پائے جاتے ہیں۔ آہمسا کا طریق بھی دراصل اسی کی ایک شکل ہے، اور اس طریق کو اخلاقی اور نفسیاتی دونوں لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔ اخلاقی لحاظ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس لئے کہ اس میں ہر انسان مارنے کا نہیں، بلکہ مرنے کا عہد کرتا ہے۔ اور چونکہ تکلیف پہونچانے کے بجائے تکلیف برداشت کرنا زیادہ بہتر مانا گیا ہے، اس لئے یہ طریق اخلاقی لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجہ کا سمجھا گیا ہے۔ نفسیاتی لحاظ سے اس لئے، کہ جب ظالم کا مقابلہ کیا جائے گا، تو اُسے ایک ایسی ندامت اور خجالت پیدا ہو جائے گی، کہ وہ خود بخود ظلم سے رک جائے گا۔ اس طریق کے بہت سے اقتصادی فائدے بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے، کہ اگر کوئی قوم اس طریق پر عمل پیرا ہو جائے، تو اس کو فوجوں اور سامانِ جنگ کی قطعاً ضرورت نہ ہوگی، بلکہ پولیس کی بھی ضرورت نہ ہوگی اس فلسفہ کو گھر کی چار دیواری اور سکول کے کمرے میں بھی داخل کیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے، کہ گھر میں والدین یا بڑے اور سکول میں استاد کبھی بھی اور کسی حالت میں بھی کسی قسم کی سزا بچوں کو نہ دیں، پھر دیکھیں نتائج کیسے اچھے رہتے ہیں۔

میرے نزدیک اس طریق اور اس کے پیچھے جو فلسفہ ہے، اس کی تردید کے لئے یہی کافی ہے کہ کبھی بھی دنیا کی تاریخ میں اس پر عمل نہیں کیا گیا۔ اور اب جو کچھ کہا جاتا ہے وہ صرف ایک امنگ اور ایک دعویٰ کی شکل ہی ہے۔ اور اب تک اس کی جو عملی شکل نظر آئی ہے، وہ مجبوری کی وجہ سے ہے۔ بندگی بے چارگی۔ میرے نزدیک ایسی ایک مثال بھی نہیں پائی جاتی، کہ کسی شخص یا کسی فریق کے پاس مقابلے کی طاقت اور توفیق تو موجود ہو، اور پھر اس شخص یا اس فریق نے مقابلے کا خیال چھوڑ کر مستقل طور پر عدم مقابلہ کا طریق اختیار کیا ہو۔ اس فلسفے کا ماخذ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم اور آپ کا نمونہ بتایا جاتا ہے۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق تاریخ میں موجود ہے، کہ انہوں نے ایک عبادت گاہ میں سے بیوپاریوں کو زبردستی نکال دیا تھا، ایسا کرنے میں انہوں نے اخلاق اور قانون دونوں کے لحاظ سے اپنے آپ کو حق پر سمجھا ہوگا۔ پھر ان کے متعلق یہ بھی آتا ہے، کہ انہوں نے ایک وقت اپنے حواریوں سے یہ بھی کہا تھا، کہ کپڑے بیچکر بھی تلوار خریدنی پڑے، تو خریدو۔ بہر حال اگر انہوں نے مقابلہ نہ کرنے کی تعلیم دی تھی، تو ہتھیار بند ہونے کی تلقین بھی ساتھ ہی کر دی تھی۔ اور یہ بات زیادہ معقول ہے۔ کیونکہ اصل عدم مقابلہ تو وہی ہے، جس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساتھ مقابلہ کی طاقت موجود ہو۔ اگر مقابلہ کی طاقت موجود نہ ہو، تو عدم مقابلہ، عدم مقابلہ نہیں، بلکہ بزدلی کا دوسرا نام ہے۔ اگر یہ کہا جائے، کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی عدم مقابلہ کی تعلیم انفرادی اور ذاتی حیثیت رکھتی ہے، یعنی صرف یہ تعلیم ہے، کہ فرد اپنی حفاظت کے لئے ظالم کا مقابلہ نہ کرے، لیکن جہاں دوسرے کی حفاظت کا سوال ہو، وہاں ضرور مقابلہ کرے[1]، تو یہ بھی ایک بے معنی بات ہے، کیونکہ جو شخص کسی دوسرے کی حفاظت کرے گا، وہ پہلے اپنی حفاظت کرے گا، تو دوسرے کی حفاظت کرنے کے قابل ہوگا۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف اس تعلیم اور اس نمونے کو منسوب کرنا درست نہیں۔

ہندوستان میں یہ تعلیم گاندھی جی کی طرف سے پیش ہوتی رہتی ہے۔ لیکن ان کا منشاء ہرگز واضح نہیں۔ کیونکہ وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتے رہتے ہیں، کہ سب انبیاء اور بزرگ وہی تعلیم دیتے آئے ہیں، جو میں دیتا ہوں، اور عمل بھی سب کا وہی ہے، جو میرا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ گاندھی جی کے نزدیک عدم مقابلے کا مفہوم کچھ ایسا ہے، جو نہ صرف ان کے اپنے عدم مقابلے کو بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عدم مقابلے کو بھی بلکہ بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰؑ کی جنگوں کو بھی عدم مقابلہ کی تعریف کے ماتحت لے آتا ہے۔ لیکن میرے نزدیک ایسا کوئی مفہوم عدم مقابلے کا پیش نہیں کیا جا سکتا، جس سے عدم مقابلہ اور مقابلہ برابر ہو جائیں۔ کیونکہ اصولاً دونوں مختلف ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے، کہ بعض دفعہ عدم مقابلے کے مؤیدین اصولِ مقابلہ کی خوبصورتی سے ایسے متاثر ہوتے ہیں، کہ مقابلے کو عدم مقابلہ کہہ کر اس کی تعریف پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جب پولینڈ پر جرمنی کا حملہ شروع ہوا، تو گاندھی جی نے ایک پولینڈ کی عورت کی داستانِ اندوہ و غم پر ساری قوم کو شاباش دی، اور کہا، کہ تمہارا مقابلہ بھی دراصل عدم مقابلہ ہی ہے، اس لئے کہ تم کم سامان رکھتے ہوئے اور کم طاقت رکھتے ہوئے زیادہ سامان والوں اور زیادہ طاقت والوں سے لڑ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا، کہ مطلق مقابلہ نہ کرنا ہی اچھی بات نہیں، بلکہ یہ بھی اچھی بات ہے، کہ کم سامان، کم طاقت

[1] یہ خیال ایک دفعہ روزانہ انگریزی اخبار "سٹیٹسمین" کے ایک لیڈنگ آرٹیکل میں ظاہر کیا گیا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور کم تعداد رکھتے ہوئے زیادہ سامان، زیادہ طاقت اور زیادہ تعداد رکھنے والوں سے مقابلہ کیا جائے اور اس صورت میں تو عدم مقابلے والے نظریئے کا اخلاقی حصّہ صرف یہ رہ جاتا ہے، کہ ظالم کا مقابلہ کم سامانوں سے کیا جائے، اور اس کو ئیں پورے طور پر تسلیم کرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں عدم مقابلے کے اخلاقی حصّے کو پورے طور پر قائم رکھتے ہوئے اصول مقابلہ میں جو فائدے ہیں، ان کو بھی محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس اصول میں یہ زبردست حکمت بھی پائی جاتی ہے، کہ جب کوئی فریق کسی ظالم کا مقابلہ کم سامانوں اور کم تعداد سے کریگا، اور اس کو شکست بھی ہوگی، تو اس کے اخلاق پست نہ ہونگے، اور اس کی رُوح کمزور نہ ہونے پائے گی۔ کیونکہ وہ جانتا ہوگا، کہ اس کے پاس سامان کم تھا۔ برعکس اس کے اگر وہ پورے سامان سے ظالم کا مقابلہ کرنے نکلے گا، تو معمولی شکست کی صورت میں بھی اس کا حوصلہ ہمیشہ کے لئے پست ہوجائے گا، اور وہ معمولی تاب مقابلہ بھی نہ دکھا سکے گا۔[1]

اخلاقی پہلو کو حل کرنے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے، کہ کیا عدم مقابلے کا طریق کامیاب طریق بھی ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے، کہ بعض لوگ یہ کہدیں کہ اصل سوال تو اخلاق کا ہے، اگر اخلاقی لحاظ سے کوئی طریق درست، ضروری یا کم از کم بہتر ثابت ہوجائے، تو پھر کامیابی کا سوال چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اصل چیز اخلاق ہیں۔ اگر اخلاق کے حصول کے لئے نقصان بھی ہو، تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اخلاق کا تقاضا یہی ہے، کہ نقصان ہونے دیا جائے، مگر اخلاق کا راستہ اور طریق نہ چھوڑا جائے۔ ئیں یہ مانتا ہوں، کہ اخلاق کے مقابلہ میں کامیابی کا سوال ہیچ ہے۔ کیونکہ انسانی اعمال کا منتہاء اخلاق ہیں۔ اور اخلاق کی خاطر جو نقصان ہو، وہ نقصان نہیں، بلکہ نفع ہے۔ لیکن ئیں یہ ضرور کہونگا، کہ اخلاق کا طریق اگر اکثر ناکام رہے، تو یہ اخلاق کی ناکامی ضرور ہوگی۔ اور اگر دنیا میں اکثر ایسا ہی ہو، تو اخلاق کے متعلق جو ایمان لوگوں میں پایا جاتا ہے، وہ ضرور کمزور

[1] اسلامی جنگوں میں یہی نقشہ ہمیں نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کا سامان اور ان کی تعداد ہر جنگ میں دشمنوں سے بہت کم ہوتی تھی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو جائیگا، اور خود اس بات میں شبہ ہونے لگے گا، کہ آیا اخلاق واقعی انسان کو فلاح کی طرف لیجانے والے ہیں، یا صرف مصیبت میں ڈالنے والے۔

میرے نزدیک اخلاق کے مفہوم میں یہ بات ضرور پائی جاتی ہے، کہ وہ کبھی وقتی طور پر کامیاب نہیں ہوتے، تو نہ ہوں، مگر انجام کار اخلاق کو ہی کامیاب ہونا چاہیئے۔ اگر اخلاق کا مفہوم خدا کے ساتھ ملا دیا جائے، تو اخلاق کی ناکامی گویا خدا کی ناکامی ہوگی۔ اس لئے بھی میرے نزدیک یہ ضروری ہے، کہ عدم مقابلے کے طریق کو بلکہ ہر ایسے طریق کو جو ظالم کے مقابلے کے لئے تجویز کیا جائے، اس نظر سے بھی دیکھا جائے، کہ وہ طریق کامیاب طریق ہے یا نہیں؟ پس جب اس جہت سے ہم دیکھتے ہیں، تو عدم مقابلے کا طریق ہرگز کامیاب طریق ثابت نہیں ہوتا۔ اگر کسی ملک کے لوگ آج یہ عہد کریں، کہ وہ ہرگز کسی حملہ آور کا مقابلہ نہیں کرینگے، تو یہ عہد اس ظالم کو دعوت دینے کے لئے کافی ہوگا۔ ہمارے سامنے یہ واقعات ہوئے ہیں، کہ ڈنمارک نے جرمنی کا مقابلہ نہیں کیا، لیکن کیا اس سے ہٹلر کا دل پسیج گیا؟ کیا اس نے ڈنمارک پر قبضہ کرنا اور اس کے سامانوں اور اموال کو اپنے لئے روا رکھنے میں ذرا بھی دریغ کیا؟ اگر یہ کہا جائے، کہ ایسا عہد دوسرے ملکوں سے بھی کر لیا جائے، تو یہ بلّی کے گلے میں گھنٹی ڈالنے والی بات ہوگی۔ جنگ کا سوال تو پیدا ہی اس واسطے ہوتا ہے، کہ کم از کم ایک ملک یا ایک فریق ایسا ہوتا ہے جو جنگ کے طریق ہی کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اگر سب ممالک عدم مقابلے کا عہد کر لیں، تو پھر جنگ کا سوال ہی نہیں رہتا۔ جب تک ایسا عہد نہیں ہو جاتا، اور سب ملک اس پر عمل پیرا نہیں ہو جاتے، اس وقت تک بہر حال یہ سوال موجود ہے۔

عدم مقابلے کے فلسفے میں ایک اور بات بھی پائی جاتی ہے، اور وہ یہ کہ دنیا میں زیادتی ہمیشہ زیادتی کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ ایسی زیادتی جو زیادتی محض ہو، اور جو کسی زیادتی کے نتیجہ میں نہ ہو، دراصل کبھی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے، کیونکہ پھر سوال ہوگا، کہ دنیا میں زیادتی آئی کہاں سے؟ کبھی تو آخر کسی کی طرف سے بلاوجہ زیادتی ظہور پذیر ہوتی ہوگی یا پھر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے نتیجہ میں اور زیادتی ہوئی اور اس کے نتیجہ میں اور۔

بات یہ ہے، کہ انسان چونکہ کئی ایک میلان اپنے اندر رکھتا ہے، اور وہ آزاد بھی ہے، اس لئے اس کی زندگی ایک توازن پر قائم رہے تو اچھی رہتی اور تعریف اور انعام کے لائق ٹھہرتی ہے، اور اگر توازن پر قائم نہ رہے، تو سزاوارِ مذمت اور لائق تعزیر ہوتی ہے۔ جب تک انسان کو توازن قائم رکھنے کی ضرورت ہے، اور جب تک اس کی زندگی میں عدم توازن کا امکان ہے، اس وقت تک انسان انسان ہے، اور جب تک ایسا ہے اس میں زیادتی کا نہ صرف امکان ہوگا، بلکہ اس سے زیادتی ہوتی بھی رہے گی، اور ہم ہر روز دیکھتے ہیں، کہ زیادتی ہوتی بھی رہتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے، کہ زیادتی کے مقابلے میں کچھ ایسا انتظام کیا جائے، کہ اس سے زیادتی کا سدباب ہوتا رہے، اور انسانی اخلاق کا توازن جب بھی بگڑے، پھر جھٹ سے قائم ہو جائے۔ پس یہ غلط ہے، کہ زیادتی زیادتی کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ زیادتی محض بھی ایک چیز ہے۔ اور ایسی زیادتی کا علاج عدم مقابلہ نہیں، بلکہ مقابلہ ہے۔ ہاں ایسا مقابلہ جو کسی نظام اور قانون کے ماتحت ہو۔

باقی رہا عدم مقابلے کے اقتصادی فوائد کا سوال، تو یہ فائدے بے معنی ہیں اوّل تو یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی، کہ دنیا میں نظام توڑنے والے، بدعہدی کرنے والے، کمزوروں پر ظلم کرنیوالے تو موجود رہیں، لیکن ان کا مقابلہ باوجود توفیق کے نہ کیا جائے۔ دوم یہ کہ عدم مقابلے کے اصول کے باوجود ہمیں فوج اور پولیس اور ہر قسم کا پورا سامان بہر حال رکھنا پڑے گا کیونکہ عدم مقابلے والے خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں، اور ہے بھی یہ صحیح، کہ اصل عدم مقابلہ وہ ہے جس کے ساتھ طاقتِ مقابلہ موجود ہو۔ اگر طاقتِ مقابلہ موجود نہ ہو، تو عدم مقابلہ ایک مجبوری امر ہے۔ اس لئے سوال یہ ہے، کہ عدم مقابلہ والے اپنے ملکوں میں فوج اور سامان فوج رکھیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں رکھیں گے، تو ان کا عدم مقابلہ، عدم مقابلہ نہیں رہے گا، بلکہ ایک مجبوری امر ہوگا، اور یہ چیز ان کے اخلاق کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔ اگر رکھیں گے، تو پھر عدم مقابلے کے اقتصادی فائدے کہاں گئے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چوتھا طریق اس بیان میں یہ بتایا گیا تھا، کہ جنگ اور تشدّد کے بجائے اقتصادی بائیکاٹ سے کام لیا جائے مختصر طور پر میرا اس طریق کے متعلق یہ خیال ہے، کہ اگر جنگ اقتصادی بائیکاٹ سے رک جائے، تو بے شک اس کو عمل میں لایا جائے۔ اگر چھڑی ہوئی جنگ کے بدنتائج کو اس سے کم کیا جا سکے، تو بیشک اس سے کام لیا جائے، لیکن اگر ایسا نہ ہو، اور پھر بھی کہا جائے، کہ بہرحال ہم اقتصادی بائیکاٹ سے زیادہ اور کچھ کرنے کے لئے تیار نہیں، تو یہ دانائی نہیں نادانی ہے۔ موجودہ جنگ کی جڑیں جاپان اور چین کے جھگڑے اور اس سے بھی ادھر آکر اٹلی کے ابی سینیا پر حملہ کرنے میں ہیں۔ لیگ آف نیشنز کا امتحان انہی دو موقعوں پر ہو گیا تھا، اور وہ ناکام ہو چکی تھی۔ ابی سینیا پر حملہ کے وقت ہم سب کو یاد ہے، کہ وہی قومیں جو آج اٹلی کا مقابلہ سختی سے کر رہی ہیں، اس وقت اقتصادی بائیکاٹ کے پردے میں کس طرح ٹال مٹول کر رہی تھیں۔ گویا اقتصادی بائیکاٹ ہی اصل ذمہ واری سے بچاؤ کی ایک صورت ہے، علاج نہیں۔ علاوہ ازیں اقتصادی بائیکاٹ کا نتیجہ یقینی نہیں، بلکہ بہر صورت محدود ہی ہوگا۔ جو ملک ایک دوسرے سے دور ہیں، وہ اقتصادی بائیکاٹ کر کے ایک دوسرے کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ پھر ہر ملک میں اب اقتصادی آزادی کی رَو چل پڑی ہے۔ اگر یہ طریق عملاً کسی حد تک بھی قائم ہو گیا، تو کون کسی کا بائیکاٹ کر سکے گا۔ اور اس طرح جنگیں پھر بھی ہونگی۔ ماسوا اس کے جو قومیں امن قائم کرنیکی خاطر اقتصادی بائیکاٹ میں حصّہ لیں گی، ان پر بھی بوجھ برابر نہ ہوگا۔ بلکہ کسی پر کم اور کسی پر زیادہ ہوگا۔ کیونکہ اقتصادی ضروریات اور اقتصادی وسائل ہر ملک کے نہ ایک سے ہوتے، اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے بھی بائیکاٹ کا بوجھ ان پر برابر نہیں ہو سکتا۔ اور برابر نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس بوجھ کو ہرگز انشراح صدر کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے طیار نہ ہوں گی۔

اب سوال یہ ہے، کہ اگر یہ سب طریق ایک نہ ایک وجہ سے ناقص ہیں، تو کیا کیا جائے؟ اس سوال کا جواب جیسے میری سمجھ میں آیا ہے، اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ جیسا کہ مَیں اور جگہ بھی اس بات کی طرف اشارہ کر چکا ہوں، سب سے اوّل یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ انسانی اخلاق کی بنیاد آزادی پر ہے، اور اگر ایسا ہے تو انسان میں غلطی اور گناہ کا امکان ہمیشہ باقی رہے گا۔ خواہ وہ کتنا ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اصلاح یافتہ ہوجائے، پھر بھی وہ اپنے معیار اور نئے درجے کے مطابق غلطیاں کرے گا۔ ایک نیک آدمی کی غلطی ایک کمزور آدمی کی غلطی سے بالکل مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ لیکن ہوتی وہ بھی غلطی ہی ہے۔ پس غلطی کا امکان انسان کے ساتھ ساتھ ہمیشہ سے ہے، اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لئے ایسی کوئی توقع نہ رکھنی چاہیئے، کہ کبھی ایسا وقت بھی آئے گا، جبکہ دنیا سے تمام غلط کاریاں مٹ جائیں گی، فساد نہ ہوگا، کوئی کسی کا حق نہ لیگا۔ جنگیں نہ ہوں گی، اور قتل نہ ہونگے۔ انسان کی ابتدائی حالت کے متعلق بعض لوگوں نے قیافہ آرائی کی تھی، اور لکھا تھا، کہ شروع میں ایک ایسا پُر امن زمانہ تھا، کہ کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا تھا۔ لیکن اب انسان کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ جو علمی طور پر ہوا ہے، تو اس سے معلوم ہوا ہے، کہ ایسا کبھی بھی نہ تھا، اور بنی نوع انسان ہمیشہ ایک زبردست کشمکش میں رہے ہیں، اور یہی انسانی زندگی کی جان ہے۔ ہاں کبھی انسان غلطیاں کرتا کرتا بہت ہی نیچے جا گرتا، تو اس کے اٹھانے کا سامان خدا کی طرف سے ہوجاتا رہا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ نہیں۔ اُٹھنے اور اُبھرنے کے بعد پھر غلطیاں ہوتی ہیں، اور انسان پھر جا گرتا ہے۔ پس یہی ہوتا آیا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں، کہ اس کے باوجود انسانی تاریخ صرف گرنے اور سنبھلنے کا ایک چکر نہیں، بلکہ اس میں علمی اور اخلاقی دونوں قسم کا ارتقا ہے۔ ایک زمانے کی کمزوریاں دوسرے زمانے میں آکر فاش غلطیاں بن جاتی ہیں۔ معیار بدلتا رہتا ہے۔ لیکن گرنا اور سنبھلنا اور پھر گرنا اور پھر سنبھلنا یہ انسان کے ساتھ برابر جاری ہے۔ اور جہانتک ہم دیکھ سکتے ہیں، برابر جاری رہے گا۔ پس جنگ کے بارے میں دنیا کی اصلاح کے متعلق سوچتے وقت ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ ایسا وقت کوئی نہیں آسکتا، کہ جنگ کا بالکل خاتمہ ہوجائے۔

اب سوال یہ ہے، کہ پھر کس بات کی توقع رکھی جائے؟ اس کا جواب ہمیں انسان کی ابتدائی تاریخ سے ملتا ہے۔ مثلاً یہ کہ جب سے انسان متمدّن ہوا ہے، وہ اس کوشش میں ہے، کہ انسانی سوسائٹی سے چوری، جھوٹ، ڈاکہ اور اس قسم کی تمام زیادتیاں دُور ہوں۔ لیکن کیا وُہ دور ہوگئیں؟ اس کا جواب نفی میں ہے، ہاں ایک بات ضرور ہوئی ہے، اور وہ یہ کہ ان جرائم کو قانون اور حکومت کے ماتحت کردیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی جرم ہوتا ہے، تو اس کو سزا دینے، اس کے اثر کو کم کرنے اور اس کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حتی الوسع روکنے کے لئے سامان موجود ہیں۔ پس جنگ کے متعلق بھی یہی توقع رکھنی چاہیئے، کہ جیسے افراد کو قانون اور حکومت کے ماتحت کر کے ان کے اخلاق میں توازن کی صورت پیدا کر دی گئی ہے، اور اگرچہ ظلم پھر بھی ہوتا ہے، لیکن ظالم کے لئے سزا کا طریق بھی کچھ نہ کچھ موجود ہے، اسی طرح اگر قومیں اور حکومتیں بھی کسی قانون اور کسی حکومت کے ماتحت آجائیں، تو گو جنگیں تو پھر بھی ہوتی رہیں گی، لیکن جنگ میں ابتدا کرنے والوں اور مظلوم قوموں کو ان کا حق دلانے کا سامان بھی کچھ نہ کچھ موجود ہوگا۔ یہ منزل انسان سے ایسی آسانی سے طے نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کے لئے خیال اور جذبات نیتوں اور اعمال کی بلندی درکار ہے، جو ابھی انسان کو نصیب نہیں۔ لیکن اگر کبھی اس بلندی کی طرف انسان کا رُخ ہو گیا، تو پھر یہ منزل ایسی دشوار بھی ثابت نہ ہوگی۔ آخر افراد کو بھی تمدن اور حکومت کے ماتحت لانے کے لئے بہت کچھ کشمکش ہوئی تھی، اور افراد بار بار سوسائٹی کو تباہ کرتے تھے۔ لیکن آخر انسان اس بات کا قائل ہو گیا، کہ سوسائٹی کا وجود فرد کے لئے اور افراد کو آپس میں باامن رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے سوسائٹی کا وجود قائم ہو گیا۔ اسی طرح ہمیں توقع رکھنی چاہیئے، کہ کبھی بین الاقوامی پیمانے پر بھی قانون اور حکومت کا سایہ بنی نوع انسان پر چھا جائیگا۔ اور افراد کے آپس کے جھگڑوں کی طرح قوموں کے جھگڑے بھی قانون کے ماتحت طے ہوا کریں گے، اور تب قومیں اس بین الاقوامی قانون کی حفاظت اسی طرح کیا کریں گی، جس طرح بیدار افراد سوسائٹی کے قانون کی کرتے ہیں۔

لیکن اس کے لئے ہماری ذہنیت میں ایک زبردست انقلاب کا آنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ اوّل ہم قانون کی قدر صحیح معنوں میں کرنا سیکھیں۔ قانون نے اپنی ضرورت عرصہ سے منوا رکھی ہے۔ وحشی قوموں کے حالات سے پتہ چلتا ہے، کہ وہ قانون کی حرمت کے ہم سے کہیں زیادہ قائل تھے۔ اب شاید بات پُرانی ہو گئی ہے، اور اس کی قدر نہیں رہی۔ لیکن سوسائٹی میں ذرا فساد ہونے دو، قانون اور حکومت کی قدر ہونے لگتی ہے۔ پھر بین الاقوامی قانون کا نفاذ قوموں میں اگر ہوسکیگا تو ان حکومتوں کے ذریعہ جو ان قوموں میں قائم ہوں گی، ان کے ذریعہ ہوسکے گا۔ اگر حکومتیں کوئی عہد کرنے کے قابل، اور ان عہدوں کو پورا کرنے کی اہل ہوں گی، تو اسی صورت میں کہ وہ افراد جو انکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماتحت ہوں گے، ان سے تعاون کرنے والے اور ان کے قانونوں کی اطاعت کرنیوالے ہوں گے پس قانون کا احترام اگرچہ خود ایک ایسی جماعت اور سوسائٹی کے لئے بھی جو اپنے آپ میں آزاد ہے، اور جس کے تعلقات دوسری جماعتوں سے بالکل استوار ہیں، نہایت ضروری ہے۔ لیکن بین الاقوامی ضروریات کے لئے تو قانون کا احترام اور بھی ضروری ہے۔ کیونکہ بین الاقوامی ترقی تمدن کی ایک بہت بلند منزل ہے۔ جب تمدّن اس منزل پر پہونچیگا، تو اس کو افراد اور قوموں کی طرف سے تائید کی اور زیادہ ضرورت ہوگی۔ اس لئے اس نئے دور کو زیادہ قریب لانے کے لئے وہ بات جس کی ہمیں غالباً سب سے زیادہ ضرورت ہے، یہی ہے، کہ ہم چھوٹی باتوں میں بھی اور بڑی باتوں میں بھی قانون کی پابندی اپنا شیوہ بنائیں۔ اگر کسی قانون سے ہمیں کراہت ہو، تو اس کا علاج کسی اور قانون سے کریں۔ اور اگر کسی قانون میں بھی اس کا علاج موجود نہ ہو اور ہماری تمام قانونی چارہ جوئیاں ختم ہوجائیں، اور ہم کسی ایک قانون کو واقعی برداشت نہ کرسکیں، تو پھر بھی اگر ہم دُنیا میں کوئی نظام چاہتے ہیں، اور اس کے قیام کیلئے قربانی کرنے کو تیار ہیں، تو اس قانون کو توڑیں نہیں، بلکہ اگر اس کی رُوح کی بجا آوری ہم نہ بھی کرسکیں، تو کم از کم اس کے الفاظ کی بجا آوری ضرور کریں۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو، تو پھر ہم جان پر کھیل جائیں اور اس حکومت سے اپنا رشتہ توڑلیں، اور الگ ہوجائیں، اور الگ ہو کر اگر مقابلے کی کوئی صورت ہو تو مقابلہ کریں، لیکن قانون کو نہ توڑیں۔ اسی لئے سب سے زیادہ بھیانک طریق ایجی ٹیشن کا مجھے وہ معلوم ہوتا ہے، جس کو اصطلاحی نافرمانی کہتے ہیں۔ یعنے ہماری کوئی اور غرض نہیں ہوتی، سوائے اس کے کہ ایک قانون کو توڑنے کی خاطر اس کی خلاف ورزی کی جائے، گویا اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے، کہ قانون کے متعلق نفرت پیدا کی جائے۔ اور میرے نزدیک ایسا کرنا انسانی تمدّن پر ضرب لگاتا ہے، اور بین الاقوامی تمدن کے خواب کی عملی تعبیر کو اور دُور کرتا ہے۔ حالانکہ بین الاقوامی تمدّن پر ہی آئندہ دُنیا کی ترقی کا دار و مدار ہے۔

اگر ہم قانون کا احترام سیکھ لیں، پھر اگر کوئی عہد ہیں، یعنی دُنیا کی ان قوموں کو جو دُنیا میں امن اور اس کی ترقی کی خواہاں ہیں، کرنا چاہیئے، تو یہ کرنا چاہیئے، کہ ہم ہمیشہ مظلوم کی مدد کرینگے، اور مظلوم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی مدد کو ہی ظالم کی سچی مدد گردانیں گے۔ ہم عدم مقابلہ سے نہیں بلکہ مقابلہ سے کام لیں گے، اور ظالم کا مقابلہ مظلوم کی خاطر کریں گے۔ اور اس مقابلے میں اگر ہمیں سخت اور متشدد طریقوں سے بھی کام لینا پڑے، تو ان سے دریغ نہ کرینگے، بلکہ ان کو فرض سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہوں گے۔

ہاں ایسا عہد اپنی کامیابی کے لئے ایک زبردست نظام چاہتا ہے۔ اور کوئی ایسا نظام ممکن نہیں، جب تک اس کی پشت پر ایک زبردست روحانی فلسفہ نہ ہو ۔۔ ایسا فلسفہ جو دنیا کے پیدا کرنے والے کو ایک جانتا ہو، دُنیا و مافیہا کو ایک نظر سے دیکھتا ہو، اور اس کے سب حصّوں اور اس کی سب قوموں کو ایک جیسا سمجھتا ہو۔ پس پابندی قانون، عہد مقابلہ مقابلے کے لئے ایک عالمگیر نظام اور عالمگیر نظام کو قائم رکھنے کے لئے ایک عالمگیر فلسفہ یعنی مذہب ہے۔ یہ ہیں وہ اصول جن پر دنیا کا امن قائم کیا جا سکتا ہے، اور جن سے جنگ کا سدّباب ہو سکتا ہے۔

نوجوانوں کے لئے اس کے اندر ایک زبردست پیغام ہے اور وہ یہ کہ دنیا کی ترقی کا اگلا قدم کبھی اُٹھ نہیں سکتا، جب تک نوجوان سنجیدگی کو اپنا شیوہ نہ بنالیں۔ نوجوانوں کی سنجیدگی میں بھی کچھ نہ کچھ خوش طبعی رہنی ضروری ہے۔ پس وہ سنجیدگی جس میں خوش طبعی کا ضروری جزو ہو، نوجوانوں کی ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اس خوش طبعی کے ساتھ سنجیدگی نہ ہو، تو وہ خوش طبعی ایک نادانی ہوگی، جس کا فائدہ نہ خود ان نوجوانوں کو ہوگا، اور نہ کسی اور کو۔ پس دُنیا کی ترقی ایک قربانی چاہتی ہے، اور وُہ قربانی یہ ہے، کہ ہم مستقل کاوِش اور کبھی نہ ختم ہونے والی محنت کے لئے تیار ہو جائیں۔ دُنیا کے مسائل کبھی لوگوں کے بیٹھے بیٹھے حل نہیں ہوئے، نہ اس طرح وہ حل ہو سکتے ہیں۔ وہ محنت چاہتے ہیں، فکر چاہتے ہیں، دُور بینی و دور اندیشی چاہتے ہیں، اور ایک غیر متزلزل امید۔ کیونکہ اگر اور سب کچھ ہو، لیکن آخری کامیابی کی امید نہ ہو، تو بھی سب کچھ ہیچ اور بے کار ہے لیکن یہ امید ایمان کے سوا پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مَیں کہتا ہوں، کہ جن کے دلوں میں ایمان ہے، یعنے ایمان ہے خدا پر، آخرت پر اور انسان کی کامیابی پر، وہ دُعا کیا کریں، کہ خدا تعالیٰ انہیں توفیق دے کچھ کرنے کی۔ اور جن کے دلوں میں ایمان نہیں، ان سے مَیں کہتا ہوں، وہ دُعا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا کریں، کہ اے خدا! اگر تو موجود ہے، اگر تو نے ہی دُنیا کو اور اس میں انسان کو اس کے تمام تقاضوں اور امنگوں سمیت پیدا کیا ہے، اگر تیرا ہی یہ منشاء ہے، کہ انسان ترقی کے زینے طے کرتا چلا جائے، تو تو ہمیں بھی اپنا آپ بتا، اور ایسے نشان دکھا جن سے ہم تجھے اور تیرے ارادوں کو پہچانیں، اور پھر ہم وہ اعمال کریں، جو تیری رضا کے مطابق ہوں۔ مجھے یقین ہے، کہ اگر یہ سنجیدگی اور یہ تڑپ نوجوانوں میں پیدا ہو جائے، تو دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے ؎

مکتبہ احمدیّہ قادیان

سے آپ ہر قسم کی کتابیں منگا سکتے ہیں۔ نیز قرآن مجید مترجم اور معرّا ابھی ہمارے ہاں سے طلب فرمائیے۔ ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کو انشاء اللہ کبھی شکایت کا موقعہ نہ ملے گا ؎

مینیجر مکتبہ احمدیّہ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معرکۂ روح وبدن

تحریک سوشلزم پر ایک نظر

(۲)

(از "ذاکر عجمی")

مارکسی تحریک کیوں پھیلی:۔ مارکسی اشتراکیت کا چوتھا نقیب لوئی بلانک *Louis Blanc* (از ۱۸۱۳ء تا ۱۸۸۲ء) ہے۔ اس نے جس اصولِ معیشت کو پیش کیا، وہ زیادہ مفید اور قابلِ عمل تھا، اس کا اصول کار یہ تھا، کہ اتحاد سے مقابلہ کی روح کو کچلا جائے، لیکن اس سماجی اصلاح کی علمبردار حکومت ہو۔ وہ امداد باہمی کی سوسائٹیوں کو قائم کرے، جو پیداوارِ دولت کے ہر شعبہ پر محیط ہوں، اور اپنے گہرے اتحاد عمل سے سرمایہ داروں کا قلع قمع کر دیں۔

مندرجہ بالا تعلیمات تحریکِ عمومی کا رنگ اختیار نہ کر سکیں، کیونکہ ان کی اساس اصولِ اتحاد پر تھی۔ وہ حاسۂ اخلاقی کو بیدار کرنا چاہتی تھیں۔ تاکہ کوئی "من چلا" ان سے متاثر ہو کر اشتراکیت کو عملی صورت میں دنیا میں قائم کر دے۔ ان کے مخاطب زیادہ تر خود سرمایہ دار تھے یا حکومتیں تھیں۔ یہ ناممکن تھا، کہ سرمایہ دار اپنے ذاتی مفاد کو قربان کر دیتے، اور مزدوروں کو پیداوار دولت میں مساوی حصّہ دیدیتے ۔۔۔ خصوصًا اس وقت جبکہ مزدور طبقہ کمزور و ناتوان تھا، اور اپنے حقوق سے غافل تھا، اور سرمایہ داروں کو ان سے کوئی کھٹکا نہ تھا۔ اسی طرح اس وقت کی حکومتوں میں بھی اتنی جرأت نہ تھی، کہ وہ قانون کے کلہاڑے سے سرمایہ داروں کے شجرۂ ملعونہ کو کاٹ دیتیں۔ اور یہ کیونکر ممکن تھا، جب سرمایہ دار خود حکومت پر مسلّط تھے۔ نہ صرف عہدِ ملوکیت میں بلکہ اب عصرِ جمہوریت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں بھی سرمایہ داری حکومتوں پر مستولی ہیں۔ انہی کی جنبشِ ابرو سے قانون بنتے، اور منسوخ ہوتے تھے، اور ہوتے ہیں۔ اور کارل مارکس کا قول ہے، کہ جمہوری مجالس وضع قوانین کارخانہ داروں کی مجالس عاملہ کی حیثیت رکھتی تھیں ؎

گرمیٔ گفتارِ اعضائے مجالس الاماں   یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

اندریں حالات یہ ناممکن تھا، کہ کوئی معاشی اصلاح کا اصول کامیاب ہو سکے، یا عوام میں قبولیت حاصل کر سکے، ـــــ خصوصًا وہ جس کا رُوئے سخن آجروں اور مالداروں یا حکومت سے ہو۔ یہی وجہ ہے، سینٹ سائمن، فوریر، رابرٹ اوون اور لوئی بلانک کی تعلیمات صدا بصحراء ثابت ہوئیں۔ ان کے مقابلے میں کارل مارکس کی تعلیم نے جس کی تہہ میں یہی جذبہ کارفرما تھا، تحریک عمومی کا رنگ اختیار کر لیا۔ اس کی امتیازی صورت یہ تھی، کہ اس کے مخاطب اہلِ دولت نہ تھے، بلکہ وہ مظلوم طبقۂ انسانیت تھا، جو اپنی زندگی سے بیزار تھا، اور اس کی مظلومیت اور بیزارگی میں بغاوت کے تمام عناصر موجود تھے۔ اور سرمایہ داروں کا روز افزوں استبداد اس مخفی جذبے کو نقطۂ احتراق کی طرف لے جا رہا تھا۔ اب اس فتیلۂ سوزاں کو فقط آگ دکھانا باقی تھا، کہ اس کے شعلے چار دانگ عالم میں پھیل جائیں۔ کارل مارکس نے سالہا سال کے مطالعہ سے ان حالات کا جائزہ لیا، اور عوام کے نفسیات کو خوب بھانپا۔ اور چونکہ وہ خود زخم خوردہ تھا، اور باوجود غیر معمولی استعداد اور قابلیت کے اس نے ساری عمر انتہائی غربت اور مسکنت میں کاٹی تھی، اور جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے قانون کے ہاتھوں بھی وہ مدت العمر نالاں رہا، اس واسطے اس کی تحریرات آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑیں۔ اس کا ہر لفظ اس کے "سوزِ یقین" کا شعلۂ جوالہ تھا، جو لپک کر سرمایہ داری کے خرمن کو راکھ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے فلسفۂ معیشت نے افکار اور کردار میں ہیجان پیدا کر دیا۔ اس نے نہ صرف ایک نصب العین پیش کیا، بلکہ ایک لائحۂ عمل بھی دنیا کے سامنے رکھا۔ جیسا کہ آگے چلکر میں بتلاؤنگا، کہ اس فلسفے میں علمی اور عملی خامیاں ہیں، اور یہ سماج کی تمام ضروریات پر حاوی نہیں۔ لیکن اس میں کسی کو کلام نہیں، کہ کارل مارکس نے ہی مزدوروں کو فعال عنصر کے رنگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں پیش کیا۔ اور تحریک اشتراکیت کی نوک پلک کو ٹھیک کیا۔ مادی مفکّرین اور فلاسفہ پر اس کو ایک اور فوقیت بھی حاصل ہے۔ وہ یہ کہ اِسی نے یہ آواز اٹھائی، کہ دولت و ثروت کو معیارِ عزت تصور کرنا انسانیت کی جڑ پر تبر چلانا ہے۔ اور دولت آفرینی میں مزدور سرمایہ دار سے فروتر نہیں۔ بلکہ ایک رنگ میں مزدور کی اُجرت کو رؤساء اور امراء کی غیر مکتسب آمدنی (Unearned Income) پر اخلاقی برتری حاصل ہے۔ اگرچہ اس نظریئے میں اس نے مفرطانہ غلو سے اپنی تعلیم کے افادی پہلو کو کمزور کر دیا اور سماج کو انقلابی شورشوں کا اکھاڑا بنا دیا، تاہم اشتراکیت کو سربلند کرنے میں وہ اپنے پیشرؤوں پر گوئے سبقت لے گیا۔

اگر کارل مارکس کی انقلابی اشتراکیت نہ پیدا ہوتی، یا پیدا ہوتے ہی عدم توجہ سے مٹ جاتی، تو سرمایہ داروں کو ایک اور بلاخیز تحریک کا سامنا کرنا پڑتا، جو ان کے معاشی دستبرد سے ملک کے زراعت پیشہ اور بے کار و بے کس علمی طبقہ میں نشوونما پا رہی تھی۔ یہ تحریک فوضویّت (Anarchism) کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ اس کا بانی مبانی مائیکل بکونن (Michel Bakunin) ہے، جو روس کے رؤساء کے طبقے کا فرد تھا۔ یہ تحریک سرمایہ داری کے خلاف شدید ردّعمل کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔ اس کے بانی کا دعویٰ تھا، کہ حکومت ایک لعنت ہے۔ اس کے مٹا دینے سے ہی انسان کو فلاح نصیب ہو سکتی ہے۔ ہر آدمی اپنے معاملات میں خود مختار ہونا چاہیئے۔ اس کے اقوال و افعال پر حد بندی کرنے والی کوئی بیرونی طاقت نہیں ہونی چاہیئے۔ سماج کا ہر رکن فاعل مختار ہو۔ اور اس کے حاسۂ اخلاق کو اس کے افعال کی نگرانی کرنے کے لئے کافی سمجھا جائے۔ کیونکہ اس کی بدولت ہی سماج کے افراد اپنے تعلقات میں توازن پیدا کرینگے۔ اور تصادم کا کھٹکا تک باقی نہ رہیگا۔ اسی تحریک کے متعلق ایک امریکن مصنّف کا قول ہے، کہ سب سے اعلیٰ حکومت وہ ہے، جو زیادہ سے زیادہ حکمرانی سے احتراز کرے۔ اس انارچی تحریک کے حامی یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ مثلاً فرانس میں پرودھن (Proudhon) اور اٹلی میں انریکو ملاٹسٹا (Enrico Malatesta) مادر پدر آزادی کی یہ ملعون تحریک بار آور نہ ہو سکی۔ اس پر کاری ضرب لگانے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والا کارل مارکس تھا، اس کی بکونن (Bakunin) اور پرودھن (Proudhon) کے خلاف قلمی رزم آرائیاں تاریخ میں مشہور ہیں۔ اس لحاظ سے مارکسی اشتراکیت کو فوضویت اور رابرٹ اوون کی اخلاقی اشتراکیت میں برزخ کی پوزیشن حاصل ہے۔ اگرچہ اس کا دامن بھی امن سوز بجلیوں سے معمور ہے۔ اور اس نے اگر سرمایہ داری کے کاخ وکُو کو مسمار کیا ہے، تو کاشانۂ غریب کو بھی امن اور آسودگی سے محروم رکھا ہے۔ مگر انارجی تحریک کے مقابلے میں اس کو اعتدال کا درجہ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ اس کو اس وقت دلپذیری نصیب ہوئی، اور مزدوروں کی انجمن نے بین الاقوامی صورت اختیار کر لی۔ اور روس میں جو انقلاب ہوا، وہ مارکسی اشتراکیت کے نام پر تھا، نہ کہ فوضویت کے نام پر۔ ایک انگریز مصنّف نے خوب کہا ہے کہ روس کے انقلاب کے پیچھے لینن (Lenin) کا ہاتھ تھا، اور مارکس کی آواز تھی۔

کارل مارکس کی تصنیفات:۔ مارکس کی زندگی شدید کشمکش کی زندگی تھی۔ ارباب حل وعقد اس کو "وبائی جرثومہ" تصوّر کرتے تھے، اور اُن کی احتسابی قوتیں اس کے تعاقب میں لگی رہتی تھیں۔ طویل تگ و دو کے بعد اس کو انگلینڈ میں امن کی زندگی نصیب ہوئی۔ مگر یہاں بھی کسبِ معاش کا فکر دامنگیر رہتا تھا۔ اور اس کے لئے اس کے پاس ایک ہی ذریعہ تھا، اور وہ اس کا زرخیز دماغ تھا، یا اس کا برق رفتار قلم۔ اپنی خامہ فرسائی سے اس نے دفتروں کے دفتر سیاہ کر دیئے۔ مگر اس کی تصنیفات میں تین چیزیں قابلِ ذکر ہیں۔ کیونکہ ان میں اس کا فلسفہ من وعن محفوظ ہے۔ اور علمی دُنیا میں بھی ان کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ اشتراکی منشور (Communist Manifesto) نظامِ معیشت پر تنقید (Critique of Political Economy) اور سرمایہ (capital) ہیں۔

اشتراکی منشور کو اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔ کیونکہ یہ مارکسی اشتراکیت کا سنگِ بنیاد ہے۔ اس میں دنیا کے مزدوروں کے لئے پیغامِ عمل ہے، اور سرمایہ داروں کے لئے دعوتِ مبارزت۔ اس کی تصنیف و ترتیب میں کارل مارکس اور انگلز دونوں شامل تھے۔ اور یہ منشور اشتراکی بین الاقوامی کے پہلے جلسے کے لئے جو لنڈن میں ۱۸۴۷ء میں ہُوا لکھا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب "افق مغرب" پر انقلاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے بادل چھائے ہوئے تھے، اور مزدور طبقہ سینٹ سائمن، فوریہ اور اوون کی ضعیف اور التجائی اشتراکیت سے بیزار ہو کر کسی انقلابی آواز کے لئے گوش بر آواز تھا۔ قلب اور دماغ کی دنیا انقلابی تخم ریزی کے لئے بالکل طیار تھی۔ ایسے وقت میں ایک انقلاب آفرین لائحہ عمل کو جتنی بھی قبولیت نصیب ہو کم ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اشتراکی منشور کا شائع ہونا تھا، کہ مزدور اپنے آقاؤں کے خلاف مشتعل ہو گئے، اور اشتراکیت کو بحث و نظر کے الجھیڑوں سے نکل کر عملی جامہ نصیب ہؤا۔ اس میں مزدوروں کو سِکھلایا گیا، کہ وہ اپنے غاصب آقاؤں کے املاک پر چھاپہ ماریں، اور منصوبہ بازیوں کے قدیم طریق کو چھوڑ کر میدانِ عمل میں آجائیں۔ ان کی اُمید باندھنے کے لئے ایک فلسفہ بھی پیش کیا گیا، جس میں یہ بتایا، کہ انسانی تاریخ طبقاتی تصادم کی مسلسل داستان ہے، اور کسی نظامِ معیشت و معاشرت کو قرار اور سکون حاصل نہیں۔ سلبی اور ایجابی طاقتیں آپس میں ٹکراتی ہیں، اور ان کے پیکار اور ٹکراؤ سے ایک "مثبت نظام" پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر ایک وقت پر جا کر اس میں سلبی اور ایجابی پہلو پیدا ہو جاتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی پھر تصادم کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ "پیکاری ارتقاء" کا یہ فلسفہ ہیگل سے مستعار تھا۔ فرق صرف اتنا تھا، کہ ہیگل نے اس کو اعیان کی دنیا تک محدود کر دیا تھا۔ مگر کارل مارکس نے اس کو سماج پر چسپاں کیا اور تمام تاریخ کو اس فلسفہ کی عینک سے دیکھا، اور اس کو ہر دور میں قوی اور ضعیف، بندہ و آقا، امیر و غریب، زردار اور نادار برسرِ پیکار نظر آئے۔ اسی "مشاہدے" کی بناء پر اس نے مزدوروں کے لئے جانفزا پیشگوئی کی، کہ آنیوالا دور ان کی خوشحالی اور کامرانی کا دور ہوگا۔ اور اگر اس کو جلد لانا ہو، تو وہ اس میں مدد ہو سکتے ہیں۔ یعنی مزدور سرمایہ داروں کے خلاف سلب و نہب کا عمل شروع کر دیں۔ اس "ڈاکہ زنی" کی فلسفیانہ تعلیم نے مزدور طبقہ پر جادو کا کام کیا، اور وہ کامیابی کی امید سے متوالے ہو گئے۔

اس منشور کے چار حصے ہیں، پہلے حصے کا عنوان "بورژوا اور پرولتاری" ہے۔ اس حصے میں تاریخ کی مادی تعبیر کے نظریئے کو وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی طبقاتی جنگ کا تصور بھی بیان ہے۔ "بورژوا" طبقے کو غاصب اور حکومت کو اس کا آلۂ کار قرار دیا گیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں مصنفین نے بتلایا ہے، کہ دولت کی پیداوار اور اس کا تبادلہ دو ایسے موثرات ہیں، جو سماج کی تشکیل کے ذمہ وار ہیں۔ سماج میں رائج الوقت اخلاق اور مذہب بھی انہی موثرات کی پیداوار ہوتے ہیں۔ چونکہ اس وقت یہ دونوں عوامل سرمایہ داروں کے قبضۂ اقتدار میں ہیں، اس واسطے قانون، مذہب اور اخلاق بھی ان کے غاصبانہ جذبات اور رجحانات کے آئینہ وار ہیں، اور اپنی ذات میں کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے۔

دوسرے حصے کا عنوان "پرولتاری اور اشتمالی" ہے۔ اس میں مارکس اور اس کے رفقاء کار کی اُن سرگرمیوں کا ذکر ہے، جو انہوں نے نئے نظامِ معیشت کے قائم کرنے کے لئے کرنی تھیں۔ مثلاً پرولتاری طبقہ کو منظم کرنا، اور بورژوا کو شکست دیکر معاشی نظام سے بے دخل کرنا، اور سیاسی تفوق حاصل کرنے کے بعد ذاتی ملکیت کے اصول کو منسوخ کرنا۔

تیسرے حصے کا عنوان "اشتراکی اور اشتمالی لٹریچر" ہے۔ اس میں قدیم اشتراکیت (Social-ism) اور اشتمالیت (Communism) پر شدید جرح کی گئی ہے، اور تبلایا گیا ہے کہ اخلاقی اور مذہبی نوع کی اشتراکیت یا اشتمالیت ایک مقدس پانی ہے، جس سے اربابِ کلیساء سرمایہ داروں کے حرص و آز کو بپتسمہ دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ تحریکیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں۔

چوتھے حصے میں مزدوروں کو اتحادِ عمل کی دعوت ہے، اور سرمایہ داروں کو دعوتِ مبارزت۔ اس میں غیر مبہم الفاظ میں مزدوروں کو کارخانہ داروں کے خلاف ابھارا گیا ہے، ان کو کہا گیا ہے، کہ ان کے ہنگامِ عمل سے ان کے آقا لرزہ براندام ہو جائینگے، اور ان کی آہنی بیڑیاں کٹ کر گر جائینگی۔

کارل مارکس کی دوسری مشہور تصنیف "نظامِ معیشت کی تنقید" (Critique of political economy) ہے۔ اس میں اقتصادی حالات وکیفیات کی علمی بحثیں ہیں۔ اس میں مسئلہ قدرِ زائد (Theory of surplus value) پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاکہ جو باغیانہ روح اشتراکی منشور کے ذریعے پھونکی گئی ہے، اس کے لئے سندِ جواز مل سکے۔ چونکہ اس میں علمی بحثیں ہیں، اس واسطے اس کا اسلوب بیان ثقیل ہے۔ اس میں اشتراکی منشور کی سی ولولہ انگیزی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں، اور اس تصنیف کا مدار ایڈم سمتھ (Adam Smith) اور ریکارڈو (Record) کے اقتصادی نظریوں پر ہے۔

تیسری تصنیف سرمایہ (Capital) ہے، اس کا اجمالی نقشہ پہلی دونوں تصنیف میں موجود ہے بالفاظ دیگر یہ "منشور" کی اشتمالیت اور "critique" کے اقتصادی تصورات کا آمیزہ ہے۔ مارکس کی تجویز تھی، کہ یہ کتاب چار جلدوں میں شائع ہو۔ پہلی جلد میں سرمایہ کی تخلیق کا مسئلہ بیان کیا جائے۔ دوسری جلد میں سرمایہ کی گردش کا ذکر ہو۔ تیسری جلد میں سرمایہ دارانہ دولت آفرینی کے مسئلہ پر بحث کی جائے اور آخری یعنی چوتھی جلد میں مسئلہ قدر زائد (Theory of surplus value) کو شرح و بسط سے بیان کیا جائے۔ لیکن یہ تجویز پروان نہ چڑھ سکی۔ کیونکہ اس کی عین حیات میں صرف پہلی جلد ۱۸۶۷ء میں شائع ہوئی، اور بیس سال کے بعد اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہوا۔ دوسری اور تیسری جلد کے لئے اس نے مواد فراہم کیا، لیکن یہ تصنیف تشنۂ تکمیل رہی۔ اس کی موت کے بعد اس کے وفادار رفیق کار انگلز نے دوسری جلد کو ۱۸۸۵ء میں شائع کیا۔ اس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ تیسری جلد ۱۸۹۴ء میں اور اس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ چوتھی جلد شائع نہ ہو سکی۔ بعض نقادوں کا خیال ہے کہ مارکس کے پاس صرف ایک جلد کا سیر کن مواد تھا، اور اسکے نظریے میں اتنی گنجائش نہ تھی، کہ اس کیلئے اتنا مواد میسر آسکے، جس سے باقی ساری جلدیں اسکی خواہش کے مطابق ترتیب پاسکیں۔ اس کتاب یعنی "سرمایہ" میں اصول جنگ اور نفی جنگ دونوں کا طویل ذکر ہے۔ مگر اعداد و شمار کے انبار اور نگارش کی گرانی نے اس کتاب کو ایک معمہ بنا دیا ہے۔ اور یہ ایک اچھے لکھے پڑھے انسان کی سمجھ سے بھی باہر ہے۔ اور اصولِ اشتراکیت کے متعلق جتنا علم موجود ہے، وہ ان بے شمار کتب کی بدولت ہے جو اس کی تشریح میں لکھی گئی ہیں۔ باقی

خالص شہد۔ کستوری۔ زعفران اور سلاجیت منگانے کا پتہ۔

چوہدری عبدالحلیم معرفت حضرت مولوی شیر علی صاحب قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجہادُ فی الاسلام

(از جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کپورتھلہ)

(۱)

سرورِ ما رحمۃٌ للعالمیں ❊ آں امین و مہبطِ روح الامیں
آسمانِ جود و احسان و سخا ❊ لامکانِ علم و عرفان و ہُدے
سیّدِ لولاک شاہِ کُن فکاں ❊ باعثِ تکوین و ایجادِ جہاں
شہسوارِ عرصۂ عرفانِ حق ❊ ہر زماں ہر آنِ اُو قربانِ حق
ہم امیری در فقیری آنِ اُو ❊ ہم فقیری در امیری شانِ اُو

در فسونِ سوز و سازِ زندگی ❊ شرعِ اُو کے مے بَرد شرمندگی
حکمتش ہر جا حکومت مے کُند ❊ حُجّتش قطعِ خصومت مے کُند
سلطنت از نامِ اُو یابد نظام ❊ کارہا بر اُسوہ اش دارد قیام
حاکم و محکوم از وَے شادکام ❊ مالک و مملوک ہم فائز مرام
کارِ چوں زر بارعایا کردہ است ❊ تا ابد فصلِ قضایا کردہ است

از طلوعِ نیّرِ ایمانیاں ❊ مُرد شمعِ حکمتِ یونانیاں
شُعلۂ ایرانیاں افسُردہ شُد ❊ لالۂ نُورانیاں پژمُردہ شُد
رفت باطل مذہبِ موسائیاں ❊ گشت زائل مشربِ عیسائیاں
عقدہ ہائے جملہ اقوام و ملَل ❊ اُمّیِ با علم و حکمت کردہ حل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲)

فیلسوفے از عمل بیگانۂ ❊ خانہ اش آباد در ویرانۂ
طعنہ زد بر ملتِ اسلامیاں ❊ طعنۂ دُور از حقیقت بیگماں
از مُسلماں اُو شکایت مے کُند ❊ ویں چُنیں حرف وحکایت مے کُند
"صحبتش با عصرِ حاضر در گرفت ❊ حرفِ دیں را از دو پیغمبر گرفت"
"آں زِ ایراں بُود وایں ہندی نژاد ❊ آں زِ حج بیگانہ وایں از جہاد"
"تا جہاد و حج نماند از واجبات ❊ رفت جاں از پیکرِ صوم وصلوٰت"

گوہر معنی بسے سُفتن تواں ❊ بر حریفاں نکتہ ہا گُفتن تواں
خود گدا ایں حِجِّ اکبر مے کُنند ❊ یا سلیحِ رزم در بر مے کُنند
یا لوائے حَیدری بر مے کُنند ❊ یا مہمِ خَیبری سر مے کُنند
یا سپاہے بر جہادے مے بَرَند ❊ یا نمازے ہم بجا مے آورند
ہر کہ بابیت خانہ مے دارد نیاز ❊ گر رَوَد بیت الحرم نکند نماز

کارِ دیں بازیچۂ اطفال نیست ❊ در شریعت فعل ہست وقال نیست
پیشِ مومن اُسوۂ پیغمبر است ❊ ہر نفس اُو را جہادِ اکبر است
آنکہ در تبلیغِ دیں کوشد ہمے ❊ ہر زماں از بہرِ حق جوشد ہمے
ہر نَفَس از دردِ دیں بگداختن ❊ ہر نفس دِل دادن وجاں باختن
جاں گدازی ہا جہادِ شاہِ دیں ❊ درد اُو "اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْن"
وانچہ مُلّا راست مقصُود از جہاد ❊ نیست غَیر از فی سبیل اللہ فساد
ویں جہادش نیست غیر از حرف وصُوت ❊ گفتگو چند انکہ مطلب ہست فوت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۳)

بندۂ گفتار مردِ کار نیست ؛ بسکہ اُو را کار جز گفتار نیست

تا کجا ایں حرفہائے پُر فسون ؛ هُمْ يَقُولُونَ وَهُمْ لَا يَفْعَلُون

لفظِ تو شرمندۂ معنی کہ نیست ؛ حرفِ تو جز حرفِ لایعنی کہ نیست

زورِ بازو مے نما اے پہلواں ؛ ور کسے دستت بگیرد من ضماں

خیز و در آوردگہ[1] در آ یکے ؛ ہمّتِ مردانہ وا بنما یکے

خیز و شمشیرت برُوں کُن از غلاف ؛ بازجو یا مشرک و کافر خلاف

رزم کُن در برّ و بحر و شرق و غرب ؛ غلغل افگن در جہاں از حرب و ضرب

از عمل ثابت کُن ایں رائے رزیں[2] ؛ تجوز[3] شکن نیز ہم طالع بہ بیں

گفتگوئے بے عمل ناپاکی است ؛ ور تو انصاف آوری ناپاکی است

خویشتن را در جہاں رُسوا مکُن ؛ زندگی زیں نکتہ بے پروا مکُن

مرگ بہ صد بار از آں زندگی ؛ کاں بہ عُقبےٰ آردت شرمندگی

قتل و غارت شیوۂ اسلام نیست ؛ قتل و غارت را جہادے نام نیست

(۴)

مَولوی از دُزد آمد دُزد تر ؛ دُزدیِ اُو نیز ہم با مُزد تر

شیرواں کالائے مردم مے بَرَند ؛ روغن و بادام و گندم مے بَرَند

معنیِٔ الفاظ دُزد و مولوی ؛ بگذرد از دیو و از دد مَولوی

معنیِ دُزدید[4] از لفظِ جہاد ؛ بود مُلّا آرزومندِ فساد

لفظِ خاتم را چناں مفہوم ساخت ؛ اُمّتِ مرحوم را محروم ساخت

در صحائف مے کند تصحیف ہا ؛ ختم مُشد بر مَولوی تحریف ہا

[1] آوردگہ: میدانِ جنگ۔ [2] رزین: محکم۔

[3] تجوز شکن: طالع یعنی بخت [illegible]

[4] دُزدیدن: پنہاں و سلب کردن۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

در جہالت غرق و نامش عالم است ÷ دینِ حق بدنام از ایں ظالم است

بر سخنور حاجتِ اظہار نیست ÷ کیں سخن جز وصمتِ اشرار نیست
زُمرۂ اخیار زاں بالاتر است ÷ گوہرش بس روشن و والاتر است

(۵)

بسملِ مرحوم اُستادِ زماں ÷ نُکتۂ آورد از دردِ نہاں
صدر اورنگِ معانی نُکتۂ ÷ دفتر ارژنگ و مانی نُکتۂ
نکتہ پرور نُکتہ پرورده گفت ÷ وز سخن سازاں سخن بے پردہ گفت
"شیخِ قوم از خادمِ اسلام نیست ÷ خنجرِ چوبیں است اُو صمصام نیست

۱- شیخنا جانِ من و جانِ شما ÷ اللہ اللہ رفعتِ شانِ شما
حبذا آں علم و فضل و اقتدار ÷ مرحبا آں حلم و عجز و انکسار
مظہرِ محزوں بچشمِ خوں فشاں ÷ یادتاں آرد کہ دارد یادِ تاں
گوہر و مختار در یادِ تو اند ÷ چشمہا خونبار در یادِ تو اند
تو زیاراں یاد می داری کہ نے ÷ تو زیاراں یاد می آری کہ نے
جستجو کردم بہ عالم کُو بہ کُو ÷ نغز گو مثلِ عبید اللہ کُو
لخت لختِ دل فراہم ساختم ÷ تا بیادش نغمۂ پرداختم
باد اُو در حضرتِ ربّ الانام ÷ شاد مند و شاد بہر و شاد کام

۱- جانِ من و جانِ شما - جانِ من قربانِ شما

باقی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے پہلے اس لئے شائع کی جاتی ہیں، کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو، تو دفتر کو اطلاع دے۔

نمبر ۵۸۰۲:۔ منکہ عبدالقدوس خاں ولد محمد عیسٰے خاں رند قوم رند بلوچ پیشہ زمینداری عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن بستی رنداں موضع کولپورہ ضلع ڈیرہ غازیخاں بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۹ ۲/۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری منقولہ جائیداد کچھ نہیں یعنی نقدی وغیرہ کوئی نہیں ہے۔ اور ماہوار آمد ملازمت وغیرہ بھی کوئی نہیں۔ ہاں زرعی جائیداد ہے جسکی تفصیل درج ذیل ہے۔ اس کی کل مالیت موجودہ نرخ کے حساب سے ۸۰۲/ روپے ہے۔ میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد انجمن اس زمین کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک ہوگی۔ میں اپنی زندگی میں اس جائیداد کی پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا ہوں گا۔ اگر میں اپنی زندگی میں اس جائیداد کی پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ ہبہ کرا کے داخل خارج کرا دوں تو میرے مرنیکے بعد بقیہ غیر منقولہ جائیداد سے انجمن کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یا اگر ۱/۱۰ حصہ کی میں قیمت ادا کر دوں تو بھی صدر انجمن احمدیہ کا میری غیر منقولہ جائیداد پر آئندہ کیلئے کوئی حق نہ ہوگا۔ اس رقم کی رسید صدر انجمن احمدیہ قادیان سے لیلونگا۔ اگر اسکے علاوہ میری کوئی اور جائیداد میرے مرنے کے بعد ثابت ہو تو انجمن احمدیہ قادیان کو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصولی کا حق ہوگا۔ اس وقت مجھ پر یکصد روپیہ قرض ہے۔ اور دو بیل با قیمت کل یکصد روپیہ اور ایک بھینس با قیمت ۸۰/- روپے کی ہے۔ باقی کوئی میری جائداد نہیں ہے۔ میرے مرنیکے بعد اگر کوئی قرضہ ہو، تو وہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بھی اپنا حق ادا کریگی۔ العبد:۔ عبدالقدوس سکرٹری مال بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازیخان۔ گواہ شد:۔ عبدالحق ولد محمد عیسٰے خاں رند۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن ولد محمد عیسٰے خاں رند۔

نمبر ۵۷۵۱:۔ منکہ کرم دین ولد نظام الدین قوم گھمار عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن لودی ننگل ڈاکخانہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹ ۱۲/۱۰ حسب ذیل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیّت کرتا ہوں۔ میری جائیداد ایک مکان ہے جسکی قیمت یکصد روپیہ ہے۔ مَیں اسکے دسویں حصہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ مَیں اپنا کام بھی کرتا ہوں جس کی آمدنی معین نہیں ہوتی جتنی آمد ہوگی۔ اسکا بھی دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ نیز میری وفات پر اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ہو تو اس کے بھی دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی

العبد:۔ کرم دین۔ گواہ شد:۔ محمد ابراہیم جٹ بقلم خود ساکن بھینی بانگر۔ گواہ شد:۔ رحمت اللہ احمدی منگلوری ضلع ہزارہ ؛

نمبر ۵۰۷۸:۔ منکہ غلام حفصہ زوجہ چوہدری نذیر احمد صاحب قوم رانجھہ عمر ۴۳ سال پیدائشی احمدی سکنہ گھڑیال کلاں ڈاکخانہ خاص ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ ش ۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد میرا زیور قیمتی نوسو بیس روپے ہے۔ اسکے علاوہ میری اور کوئی جائداد نہیں۔ مَیں اس کے ۱/۹ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اس کے علاوہ مَیں اگر کوئی جائیداد پیدا کروں یا کوئی اور جائیداد میری وفات پر ثابت ہو، تو اسکے ۱/۹ حصہ کی بھی انجمن مذکور حقدار ہوگی۔ اگر مَیں بعد جائیداد کوئی رقم داخل خزانہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو وہ مجرا لینے کی حقدار ہونگی۔ لہذا چند حروف بطور سند لکھدیتی ہوں۔ الامۃ:۔ غلام حفصہ۔ گواہ شد:۔ نذیر احمد بقلم خود خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ حافظ عبد العلی والد موصیہ۔

نمبر ۵۰۷۹:۔ منکہ عبد السلام ولد محمد ابراہیم صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۳۳ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۳۱ء ساکن نجیب آباد ڈاکخانہ خاص ضلع بجنور صوبہ یو۔پی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۲ ۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گذارہ ماہوار تنخواہ پر ہے۔ جو اسوقت مبلغ -/۲۵ ماہوار اور ایک من گندم ماہانہ ہے۔ اسکی وصیت ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام کرتا ہوں۔ اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصّہ تنخواہ ملنے پر تا زیست ادا کرتا رہونگا۔ اور بعد مرنیکے اگر میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز مَیں کمی اور بیشی کے مطابق آمد کا دسواں حصّہ ادا کرتا رہونگا۔ العبد:۔ عبد السلام اکونٹنٹ منور آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ ساماره ضلع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھرپارکر سندھ۔ گواہ شد:۔ خورشید احمد خورشید منشی اسٹیٹ مذکور۔ گواہ شد: محمد اسمٰعیل منیجر اسٹیٹ مذکور:

نمبر ۵۷۸۳:۔ منکہ سید ظہور احمد ولد سید اقبال حسین صاحب قوم سید پیشہ ملازمت پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳ اپریل حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ کیونکہ میرے والد صاحب خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔ اس وقت میں ملٹری میں ملازم ہوں۔ اور میری تنخواہ -/۸/۳۸ ماہوار ہے۔ لہذا میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں، کہ میں اس نسبت سے جو ماہوار چندہ بنے وہ باقاعدہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں داخل کرواتا رہونگا۔ نیز بعد وفات جو بھی میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی: العبد:۔ سید ظہور احمد شاہ بقلم خود سپاہی کلرک ۱۔ سپلائی ٹریننگ بٹالین بی کمپنی پلاٹون ۵ فیروزپور چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ جلال الدین امینی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ پیر نصیر الدین انور:

نمبر ۵۷۹۹:۔ میں منشی احمد الدین ولد حاجی نورالدین صاحب قوم جٹ پیشہ پنشنر ملازمت عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت جون ۱۸۹۸ء ساکن لاہور دسن پور حال سری گوبندپور ڈاکخانہ ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۹ اپریل حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی جائیداد غیر منقولہ اس وقت نہیں ہے۔ اور میرا گذارہ میری ماہوار پنشن پر ہے۔ جو کہ ۳۰ ماہوار ہے جس کے میں دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں ماہ بماہ اپنی پنشن کے دسویں حصے کو یعنی ۳۰ کے دسویں حصے مبلغ ۳ ماہوار کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں ادا کرتا رہونگا۔ اگر میری آمد میں کمی یا زیادتی ہوگی تو اسکے مطابق کمی وبیشی کرتا رہونگا۔ اور اگر میرے مرنیکے بعد میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی:

العبد:۔ احمد الدین ولد حاجی نورالدین۔ گواہ شد۔ محمد بشیر الدین اصغر احمدی سری گوبندپور۔ گواہ شد لطیف احمد ڈرائنگ ماسٹر ڈی۔بی۔ ہائی سکول سری گوبندپور:

نمبر ۵۷۸۰:۔ منکہ غلام مرتضیٰ ولد چوہدری غلام مصطفیٰ خان قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۱ سال پیدائشی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی ساکن ہردوروال ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶/۱ ۴۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ میری ماہوار آمد اسوقت مبلغ -/۱۶ روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور ماہوار کی کمی وبیشی کی اطلاع بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہونگا۔ میرے مرنیکے بعد میری جسقدر جائیداد ثابت ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط۔

العبد:۔ غلام مرتضیٰ سپاہی ۱۰۱ پلاٹون ۱۷ ڈی کمپنی ۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ رام گڑھ کیمپ ضلع ہزاری باغ صوبہ بہار۔ گواہ شد:۔ شیر ولی صوبیدار رام گڑھ۔ گواہ شد:۔ محمد اشرف لیس نائک رام گڑھ کیمپ۔

نمبر ۵۷۷۹:۔ منکہ محمد اشرف ولد چوہدری احمد خاں صاحب قوم گوجر پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۶ء ساکن اگووال ڈاکخانہ دولت نگر ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶/۱ ۴۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری غیر منقولہ جائداد کا فی الحال کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ فیصلہ ہونے پر اسکی اطلاع صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دونگا۔ اس وقت میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ مبلغ -/۱۹ روپے ہے جس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے بعد میری جس قدر جائداد ثابت ہو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط:

العبد:۔ محمد اشرف لیس نائک ڈی کمپنی ۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ رام گڑھ کیمپ ضلع ہزاری باغ بہار۔ گواہ شد حوالدار غلام محمد بقلم خود۔ رام گڑھ۔ گواہ شد:۔ غلام مرتضےٰ سیکرٹری مال ۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ احمدیہ کمپنی رام گڑھ کیمپ:

نمبر ۵۷۷۸:۔ منکہ ظہور الدین ولد چوہدری باغ الدین صاحب نائب ذیلدار قوم جٹ باجوہ پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن کھنو والی ڈاکخانہ کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶/۱ ۴۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ میری ماہوار آمد اس وقت مبلغ ۔ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کی کمی وبیشی کی اطلاع بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہونگا۔ میرے مرنیکے بعد میری جس قدر جائیداد ثابت ہو اس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد ۔ ظہور الدین نمبر ۷۲۰ء ۱۶ پلٹون ڈی کمپنی ۱۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ رام گڑھ کیمپ ضلع ہزاری باغ صوبہ بہار ۔ گواہ شد ۔ شیر ولی صوبیدار حال ۱۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ رام گڑھ ۔ گواہ شد ۔ وقیع الزمان ۱۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ رام گڑھ ۔

نمبر ۵۷۸۶ :۔ منکہ سلطان احمد ولد میر احمد صاحب قریشی پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۴ ۳ حسب وصیت کرتا ہوں ۔ اس وقت میری کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائداد نہیں ہے ۔ کیونکہ بفضلہ تعالیٰ میرے والد صاحب زندہ ہیں ۔ اس وقت میں ملٹری میں ملازم ہوں اور میری تنخواہ اٹھارہ روپے ماہوار ہے لہٰذا میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور کرتا ہوں ۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ اس حصہ کی رقم باقاعدہ ماہوار خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرواتا رہونگا ۔ تنخواہ کی کمی و بیشی کی صورت میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اطلاع دیتا رہونگا ۔ نیز بوقت وفات اگر میری کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصے کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد ۔ سلطان احمد قریشی بقلم خود ۱ سپلائی ٹریننگ بٹالین بی کمپنی پلاٹون ۵ سٹور ڈویژن فیروز پور چھاونی ۔ گواہ شد :۔ جلال الدین امینی بقلم خود ۔ گواہ شد :۔ رحیم بخش بقلم خود ۔

نمبر ۵۷۸۹ :۔ منکہ عبد الرازق خاں ولد منشی احمد الدین خاں صاحب قوم یوسف زئی پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن پونچھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۴ ۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے ۔ کیونکہ میرے والد صاحب خدا کے فضل سے زندہ ہیں ۔ اس وقت میں ملٹری میں ملازم ہوں اور میری تنخواہ ۳۸/۸/- ہے لہٰذا میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں ۔ کہ اس نسبت سے جو ماہوار چندہ بنے وہ باقاعدہ ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں داخل کرواتا رہونگا ۔ نیز بعد وفات جو بھی میری جائداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد ۔ عبد الرازق خاں وردی بقلم خود سپاہی کلرک ۱ سپلائی ٹریننگ بٹالین کمپنی بی ۔ پلاٹون ۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فیروز پور چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ جلال الدین امینی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ پیر نصیر الدین۔

نمبر ۵۷۷۹:۔ منکہ محمد عبید اللہ ولد چوہدری محمد حسین صاحب قوم جٹ باجوہ پیشہ زمینداری عمر قریباً ۴۳ سال پیدائشی احمدی ساکن تلونڈی عنایت خاں ڈاکخانہ پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵-۱۲-۴۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے (۱) تلونڈی عنایت خاں میں قریباً ½ ا بیگھہ۔ (۲) تلونڈی پہاڑ لگ چک ۳۱۶ جھنگ برانچ ڈاکخانہ چھاوال ضلع لائلپور میں قریباً ۳ بیگھہ (۳) اور دیگر جائداد از قسم مکان وغیرہ ہیں۔ میرا حصہ میں قریباً پچاس روپے کا ہے۔ میں اپنی جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور میرے مرنیکے بعد بھی جو میری جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری اسوقت ماہوار آمد کوئی نہیں۔ اور جیوقت ہوگی۔ اسکا ۱/۱۰ حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہونگا۔ العبد:۔ محمد عبید اللہ بقلم خود موصی۔ گواہ شد۔ فضل احمد موصی ۲۷۸۱۔ گواہ شد:۔ غلام حسن سفید پوش حسن منزل دار الفضل:

نمبر ۵۷۸۱:۔ منکہ امۃ الرشید فاطمہ زوجہ شیخ بشیر احمد صاحب قوم شیخ عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱-۱-۴۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنیکے وقت جس قدر جائداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم وصیت کردہ حصہ سے منہا کردیجائیگی۔ میری موجودہ جائداد پچیس تولہ سونے کے زیورات ہیں۔ اسکے علاوہ ساڑھے سات سو روپے حق مہر جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اس سب جائداد کی دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ زیور کی موجودہ قیمت ۱۰۵۰/ روپے ہے۔ میں اپنی زندگی میں اپنا حصہ وصیت ادا کرنے کی کوشش کرونگی۔ اگر ایسا نہ کرسکی تو میرے حصہ وصیت کی ادائیگی میرے خاوند کے ذمہ ہوگی:

الامۃ:۔ امۃ الرشید فاطمہ۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ ولی محمد دار الفضل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

^۱^ حضرت خلیفۃ المسیح اول فرماتے ہیں :۔"ایک عجیب الاثر دوا جس سے بہتر کوئی دوائی نہیں۔ ہر ماہ کے شروع میں ہر ایک مرتبہ کھلاتا۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر نویں مہینے کھلائی گئی ہے تو دسویں مہینے بچہ پیدا ہوا۔ اور جس کو یہ دوائی کھلائی لڑکا ہی پیدا ہوا۔ پتھر کی کانوں میں ایک چیز چمکدار اور ملائم بے مزہ سفید براق نکلتی ہے جسکو پتھر کا جیو کہتے ہیں۔" (بیاض نورالدین)

مردوں اور عورتوں کی خاص بیماریوں کی بینظیر اور مجرب ادویہ میرے پاس ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ خط و کتابت سے تفصیلات معلوم ہونے پر ادویہ بھیجی جا سکتی ہیں:

مکمل فہرست معہ خواص ادویہ طبیہ عجائب گھر سے طلب فرمائیں:

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں!

صرف پچیس روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر قریباً چھ ہزار صفحوں کی ہیں، صرف پچیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں تیس روپے میں فروخت ہوتی تھیں۔ مگر اب پہلے سٹاک میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں۔ اس لئے قیمت پچیس روپے کر دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

براہین احمدیہ مکمّل
سرمہ چشمِ آریہ۔ ازالہ اوہام مکمّل
آئینہ کمالاتِ اسلام۔
شہادت القرآن۔ نور القرآن۔
انجامِ آتھم۔
ایام الصلح۔
مسیح ہندوستان میں۔

تریاق القلوب
تحفہ گولڑویہ
اربعین ہر چہار حصّہ
نسیمِ دعوت۔
تذکرۃ الشہادتین
نزول المسیح
لجّۃ النّور

یہ سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ دو روپے ارسال فرمائیں:۔

مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

تفسیر سروری

یعنی

جماعت احمدیہ کے مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو (اردو) میں چھپتی رہی ہے، اور جس میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تفسیر بھی بیان ہوئی ہے اسکی چند گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے مگر درحقیقت اسمیں سارے قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے اس کے پڑھنے سے حسب استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز پر اسکے کل دو ہزار صفحے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت پندرہ روپے تھی مگر اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے اسکی رعایتی قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی بذریعہ منی آرڈر۔ بنام مینیجر رسالہ ریویو (اردو) ارسال فرما کر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرالیں۔ بعد میں یہ بیش بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکے گا۔ مجلد کی قیمت ساڑھے سات روپے ہے ؞

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے مالکان کیلئے شائع کیا)